زیر سرپرستی

نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین و شہزادۂ حضور تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند، حضرت علامہ مفتی
محمد عسجد رضا خان
قادری برکاتی
سربراہ اعلیٰ: جامعۃ الرضا

بفیض روحانی

وارث علوم امام احمد رضا، شیخ الاسلام والمسلمین
حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی
محمد اختر رضا خان
قادری برکاتی ازہری
علیہ الرحمۃ والرضوان

پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، ترجمانِ فکرِ رضا

ماھنامہ

جامعۃ الرضا بریلی شریف

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ

منجانب
اساتذۂ کرام
مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا

جلد: ۱
جمادی الاخری ۱۴۴۲ھ
شمارہ: ۳

پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، ترجمان فکر رضا

ماہنامہ

جامعۃ الرضا

بریلی شریف

بفیض روحانی
جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری
علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا قادری
مدظلہ العالی والنورانی
ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

منجانب:
اساتذہ کرام

مرکز الدراسات الإسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف یو پی، ہند

زیر اہتمام

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی - 243003

ای میل- jamiaturraza@gmail.com

ویب سائٹ- www.cisjamiturraza.ac.in

اس ماہنامہ کو جامعۃ الرضا کے آئی ٹی سیل نے کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کر کے شائع کیا

فہرست مشمولات

□□□□

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از: حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں

اِک دل ہمارا کیا ہے، آزار اِس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہی پہ چھوڑی لنگر اُٹھا دیے ہیں

دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پُرخار وادیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

□□□

منقبت در شان حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

بوالہوس سن سیم و زر کی بندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

مفتی اعظم یکے از مردمانِ مصطفیٰ
اس رضائے مصطفیٰ سے دشمنی اچھی نہیں

حجۃ الاسلام اے حامؔد رضا بابائے من
تم کو بن دیکھے ہماری زندگی اچھی نہیں

آرزومندانِ گل کانٹوں سے بچتے ہیں کہیں
خارِ طیبہ سے تری پہلوتہی اچھی نہیں

دشت طیبہ چھوڑ کر میں سیر جنت کو چلوں
رہنے دیجے شیخ جی دیوانگی اچھی نہیں

جو جنونِ خلد میں کوڑیوں کو دے بیٹھے دھرم
ایسے اندھے شیخ جی کی پیروی اچھی نہیں

عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیم تھانوی
میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں

یادِ جاناں میں معاذ اللہ ہستی کی خبر
یادِ جاناں میں کسی سے آگہی اچھی نہیں

جو پیا کو بھائے اخترؔ وہ سہانا راگ ہے
جس سے ناخوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں

□□□

دعوت وتبلیغ اورائمہ مساجد

از: محمد شکیل بریلوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

زمانہ قدیم سے ہی جس طرح مدارس اسلامیہ اشاعت دین وسنیت کے مراکز رہے ہیں اسی طرح مساجد اہل حق تبلیغ دین متین کا مرکز رہی ہیں زمانہ رسالت میں آقاے کریم علیہ التحیۃ و الثناء مسجد نبوی شریف میں اشاعت دین اور تعلیم شریعت فرماتے اورآپ کی حیات ظاہری میں اوراس کے بعد بھی صحابہ کرام کی متعدد نشست گاہیں ہوتی تھیں جہاں تشنگان علوم ومعارف کی پیاس بجھائی جاتی اوران کی علمی تشنگی کوسیرابی میں تبدیل کیا جاتا تھا، علمی تشنگی رکھنے والے افراد بھی ان مساجد کوحل مشکلات کا ٹھکانہ سمجھتے تھے اور اپنے درپیش مسائل کا حل انہی مقامات پر ان سے منسلک شخصیات کی بارگاہ سےطلب کرتے تھےاور یہ نیک روش اہل حق میں زمانہ رسالت سے اب تک بدستور جاری ہےاسلاف کرام دعوت و تبلیغ کے کہیں روزانہ، تو کہیں ہفتہ وارانہ اجلاس مساجد میں قائم فرماتے اورعوام الناس کی علمی ضرورتوں کو پورا کرتے، مساجد سے متصل مکاتب کا قیام اسی کا ثمرہ ہے جہاں ملت کے نونہالوں کوابتدائی تعلیم سے آراستہ کیا جاتاہےاور عام طور سے اس عظیم ذمہ داری کوائمہ مساجد ہی انجام دیتے ہیں۔

امر بالمعروف اورنھی عن المنکر ملت کے ہرایک فرد کی ذمہ داری ہےمگرائمہ مساجد کی یہ ذمہ داری اس لئے اہم مانی جاتی ہے کہ انھیں ان مراکز اسلامیہ میں اہم العبادات کی انجام دہی کے خاطر ملت کی امامت و رہنمائی کے لئے ہی متعین ومنتصب کیا جاتاہےاوران کے مقتدی بھی اپنی تمام تر دنیوی ضروریات سے فارغ ہوکراتنے وقت کے لئے خالص للّٰہیت کی خاطر حاضر ہوتے ہیں ایسے میں ان ائمہ مساجد کو بے بلائے ہی ازخود دعوت وتبلیغ کے فریضے کی انجام دہی کے لئے کثیر تعداد میں فرزندان توحید مل جاتے ہیں جوائمہ مساجد سے رہنمائی حاصل کرکے اپنے دین وسنیت کی حفاظت اور عبادات کوضائع ہونے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور یہ سلسلہ زریں دونوں میں سے ہرایک کے لئے مفیداور ذریعہ نجات ہے۔ اولیاے کاملین اورسلف صالحین میں کثیر تعداد ایسے بزرگوں کی ہے جن کی دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت کی مجالس میں حاضر ہوکر بہت سارے گم گشتگان راہ نے راہ حق کی ہدایت پائی ہےاوراپنے دین وسنیت کی حفاظت کی ہے۔

اشاعت حق کے موثر ترین مراکز میں سے مساجد بھی ہیں اس کا اعتراف احباب کے ساتھ اغیارکوبھی ہےاوروہ بھی اس بات کوتسلیم کرتے ہیں کہ عوام کے اذہان وقلوب میں ان مساجد اور ائمہ مساجد کے تئیں خاصی عقیدت ہے اور ان مراکز سے دی ہوئی ہرایک تعلیم اور ہدایت پرعوام کان دھرتے ہیں اورحتی الامکان عمل کرتے ہیں حکومتی عملہ اسی نظریے کوسامنے رکھ کر اپنے کسی بھی منصوبے کوعوام تک پہونچانے اوراس کے خاطرخواہ نتائج حاصل کرنے کے لئے مساجداورائمہ مساجد کارخ کرتے ہیں، ان کی مدد کے طلب گار رہتے ہیں، اور کافی حدتک اپنے مقصد کو پانے میں کامیاب بھی رہتے ہیں۔

زمانہ رسالت اوراس کے بعدطویل مدت تک یہ مراکز اسلامیہ عوامی اذہان کو راہ حق کی رہنمائی میں مکمل طور پر کامیاب رہےمگرپھراس کے بعد جب دورانحطاط آیاتو ان مراکز اسلامیہ سے منورہونے والی شمع ہدایت کی روشنی ماندسی پڑنے لگی اور یہ مساجد جومنارہ ہدایت ہیں اب فقط نماز و اعتکاف میں منحصر ہوکررہ گئی ہیں گرچہ یہی ان کا مقصداصلی

ہے مگر اس مقصد اصلی کا حصول کیسے ہوگا عامۂ فرزندان اسلام اس سے نا آشنا ہیں حالانکہ اس کی تعلیم بھی اتنی ہی اہم ہے جتنا اہم مقصد ہے آج ہمیں کف افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ہماری ملت کے باشعور کہے جانے والے افراد بھی جب نماز جیسے اہم فریضے کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جاتے ہیں تو ان کی طرز ادا ہی ان کی لاشعوری کا پتا دیتی ہے اور ملت بیضاء کا ماننے والا خاصا طبقہ ان تمام مسائل سے جو کہ نماز وطہارت وغیرہ میں ضروری ہیں ناواقف نظر آتا ہے اور وہ مساجد اسلامیہ جن میں زمانہ قدیم میں اصلاح عقائد و اعمال کی تلقین وتربیت کی جاتی تھی آج اس ضروری مقصد میں کہیں نہ کہیں کمزور نظر آرہی ہیں۔

مساجد کے اپنے مقاصد کے حصول میں کمزور ہونے کے ذمہ دار کون؟

اس کے ذمہ دار منتظمین اور ائمہ دونوں ہی ہیں منتظمین کا حال یہ ہے کہ وہ امام مقرر کرتے وقت اہل بستی کے عقیدے اور عمل کی اصلاح امامت کے لئے ضروری معلومات اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کا سوال کرنے کے بجائے اس سے اپنی ایسی ضررتوں کی تکمیل کے بارے میں استفسار کرتے ہیں جو معمولی اہمیت کی اور کبھی بیجا بھی ہوتی ہیں حد یہ ہے کہ مسجد کی جاروب کشی اور صفوں کی ترتیب، وضو وغیرہ کے لئے پانی کی بروقت فراہمی کا ذکر بھی ذمہ داریوں میں کر دیتے ہیں مسجد کی جاروب کشی وغیرہ کوئی معیوب ذمہ داری نہیں مگر اس کے لئے امام کو ہی ذمہ دار ٹھہرانا بہر حال انتظامیہ اور اہل بستی کی ذہنیت کا پتا دیتے ہیں ایسا ہی حال منصب امامت کے خواہاں حضرات کا ہے کہ وہ اپنے آپ کو امامت کے تقاضوں کے مطابق تیار نہیں کرتے بلکہ اپنی شخصیت کو اس معیار پر ڈھالتے ہیں جہاں منتظمین کی خواہشات پر کھرے اتر سکیں اور اہل بستی میں مقبول ہو کر اپنی امامت نہیں "ملازمت" بچا سکیں اور یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ جہاں فکر انتظامیہ کی خواہشات کے تکمیل کی ہوگی وہاں دینی تقاضوں کی تکمیل کس حد تک ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فریقین کو اس طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دور حاضر کے اکثر ائمہ مساجد کا حال یہ ہے کہ روز جمعہ ان کے شعلہ بار خطاب میں عش عش کر اٹھنے والے حاضرین مسجد سے باہر نکلنے کے بعد تہی دامن ہی گھر واپس ہوتے نظر آتے ہیں، وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے خطاب کا موضوع اس مہینے سے مناسبت رکھنے والے فضائل یا اس ماہ میں ہونے والے کسی بزرگ کا عرس پاک ہوتا ہے یا مسلمانوں کے فرحت بخش تہوار کی خوبیاں ہوتی ہیں اگر چہ ان امور کو موضوع سخن بنانے میں کوئی قباحت نہیں مگر اس سے اہم یہ ہے کہ موجودہ دور میں عقائد پر ڈاکہ ڈالنے والوں کی ڈاکہ زنی سے لوگوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کی خاطر عقائد حقہ سے لوگوں کو متعارف کرانے کے لئے ان کو اپنے وعظ میں جگہ دی جائے اس لئے کہ ایمان وعقیدے کی حفاظت اصل الاصول ہے، اصلاح عقائد کے بعد اعمال کا درجہ ہے لہٰذا ائمہ مساجد کو چاہئے کہ عوام کے اعمال کی درستگی کو مدنظر رکھتے ہوئے جمعے کے خطبات تیار کریں البتہ اصلاح اعمال کا مقبول ترین معیار اسلاف کا طرز عمل ہے اس لئے وعظ میں خاص مقام اسلاف کے طرز عمل کا رکھیں اس سے اصلاح کا معیار متعین ہوگا نیز ترغیب وتحریض میں یہ مؤثر ہوگا۔

مساجد کے منتظمین اور ائمہ کرام میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی ذمہ داریوں میں حذف و اضافہ اور ترمیم کرنا چاہئے منتظمین کو چاہئے کہ وہ منصب امامت کے لئے لائق شخص کا انتخاب کریں اور اس سے محض دینی خدمات حاصل کرنے کا ارادہ رکھیں جن میں نماز پنج گانہ کی امامت وعظ ونصیحت میں اصلاح عقائد واعمال پر زور نمازیوں و دیگر اہل محلہ کو احکام

شرعیہ کی تعلیم وتربیت نونہالوں کی صحیح ابتدائی تعلیم، معاشرے کی اصلاح تاکہ صالح اسلامی معاشرہ قائم ہوسکے خاص توجہ کی حامل ہیں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ ماہانہ مشاہرہ کے طور پر اس کو اتنی رقم ضرور پیش کریں کہ وہ اطمینان وسکون کے ساتھ اپنی اور اہل خانہ کی جائز ضرورتوں کی تکمیل کرسکے اور اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے فارغ کرسکے اور مساجد کی دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسی دوسرے ملازم کا انتخاب کریں۔

ائمہ مساجد کو بھی اپنے آپ کو خالص دینی خدمت کے معیار پر تیار کرنا چاہئے اور امام قوم کی پیشوائی کرتا ہے اس کی شخصیت لوگوں کے لئے آئیڈیل ہوتی ہے لہٰذا ان کو چاہئے کہ اپنے علم وعمل رفتار وگفتار اخلاق وکردار کو مثالی بنائیں اور جہاں بھی امامت جیسے اہم منصب کی ذمہ داری قبول کریں تو اس کو محض کسب معاش کا ذریعہ سمجھ کر نہیں بلکہ اپنی اور اہل بستی کی دنیا اور آخرت کی فکر رکھتے ہوئے خدمت دین کا جذبہ لیکر اس ذمہ داری کو قبول کریں اور روز اول سے ہی حکمت عملی سے احقاق حق وابطال باطل کی سعی کرنا شروع کردیں تاکہ عقائد پر ڈاکہ ڈالنے والوں سے لوگوں کے ایمان وعقیدے کی اصلاح اور حفاظت ہو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیز صحابہ کرام کی شان ارفع واعلیٰ ودیگر بزرگان دین کی سیرت کے تابندہ نقوش بھی لوگوں کے سامنے بیان کریں تاکہ ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو اور اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوں جمعہ وعیدین کے وعظ ونصیحت میں بجائے اس کے کہ شعلہ بیانی سے کام لیں ہمیشہ اصلاح عقائد واعمال محبت رسول محبت صحابہ واہل بیت بزرگوں کی سیرت کا درس لوگوں کو دیں اور فتنوں کا سد باب کرنے کے لئے اہل سنت وجماعت کی تعلیمات کو عام کریں نیز احکام شرعیہ کی تعلیم اور تربیت کا انتظام کریں جس کے لئے روزانہ یا ہفتہ وارانہ جیسا مناسب سمجھیں مجالس درس قائم کریں اور لوگوں کو احکام شرعیہ کی تعلیم دیں جس میں بالغان واطفال ہر ایک کے لئے مواقع فراہم کئے جائیں اور تربیت بھی کریں معاشرے میں پھیلی ہوئی خلاف شرع برائیوں کا خاتمہ کرنے کی سعی کریں اور صالح اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی فکر کریں۔ معمولات اہل سنت کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رواج دیں اس لئے کہ یہ اصلاح عقائد واعمال اور معاشرے کی صلاح و فلاح ہر ایک کے لئے تریاق ہے۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اصلاح کرنے اور دوسروں کی حتی الوسع حکمت عملی سے اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

□□□

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"من ستر مسلماً سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ"

جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(صحیح مسلم)

روافض کے باطل عقائد ونظریات

از: عظیم رضا مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

شئ اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، اندھیرا اجالے کی اہمیت وافادیت کواجاگر کرتا ہے اور باطل کی ریشہ دوانی سے حق کی حقانیت کا پتہ چلتا ہے تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہر دور میں بنام مذہب بہت سارے فتنے رونما ہوئے اور مسلم عوام کے پاکیزہ افکار ونظریات کو داغدار کرنے میں مسلسل کوشاں رہے انہیں فتنوں میں ایک عظیم وقدیم فتنہ رافضیت کا بھی ہے جو دور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں کی آگ بھڑکانے اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنے میں سرگرم ہوا ساتھ ہی توحید ورسالت اور خلافت سے متعلق عقائد باطلہ کے احداث میں لگ گیا اور مدینہ منورہ میں یکجا ہوکر اور خود کو شیعان علی سے موسوم کر کے وہ تمام فساد انگیز باتیں جو بصولت اسلام زبان پر نہ لا سکا تھا ان کے پھیلانے میں مصروف ہو گیا۔

یہ وہی فرقہ باطلہ ہے جس کی بابت مخبر صادق، اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی امت کو آگاہ فرما دیا تھا چنانچہ امام ذہبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے: يكون في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام فاقتلوهم فإنهم مشركون (أخرجه البيهقي في الدلائل)

اور مسند احمد میں ہے:

قال علي بن ابي طالب كرم الله وجهه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يظهر في أمتي في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام

دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: ينتحلون حبنا أهل البيت و ليسوا كذلك و آية ذالك أنهم يسبون أبا بكر و عمر. (رواه ابو النعيم في الحلية)

مخبر صادق کی خبر اپنے صدق کو پہنچی اور رافضیوں کی حقیقت خود ان کے منھ اور قلم سے طشت از بام ہو گئی، چند عقائد ملاحظہ ہوں:

(۱)

شیطانیہ کہ اتباع احول طاق اند گویند: "لا يعلم الأشياء قبل كونها" وحکمیہ و طائفہ از اثنا عشریہ از متقدمین ومتاخرین ایشاں چنانچہ مقداد صاحب کنز العرفان نیز ازاں جملہ است گویند: جزئیات را قبل از وقوع آنہا نمی داند (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۸)

(ترجمہ): شیطانیہ جو کہ احول طاق کے پیروکار ہیں ان کا عقیدہ ہے: "اللہ تعالیٰ چیزوں کو ان کے وجود سے پہلے نہیں جانتا ہے" اور حکمیہ واثنا عشریہ کا گروہ جو متقدمین و متاخرین میں سے ہے چنانچہ مقداد صاحب کنز العرفان جو انہیں میں سے ہے ان کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ جزئیات کو ان کے موجود ہونے سے پہلے نہیں جانتا ہے۔

ان کا یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ پر افترا اور کتاب اللہ کے سراسر خلاف ہے بہت سی آیات شریفہ اس عقیدے کے بطلان پر دال ہیں مثلا ارشاد باری ہے: إن الله يعلم ما في السموات و الارض۔ قد أحاط بكل شيء علماً۔ ولا رطب ولا يابس إلا في كتاب مبين.

(۲)

اثنا عشریہ از امامیہ گویند: آنچہ الیوم در دست مسلمین است

تمام کلام اللہ نیست بلکہ بعضے الفاظ زائد مردم داخل کردہ اند و نہ تمام قرآن است کہ بر پیغمبر نازل شدہ بود۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۹)

اثنا عشریہ (جو فرقۂ امامیہ سے ہے) کہتے ہیں: قرآن مجید جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ کچھ زائد الفاظ لوگوں نے داخل کر دیے ہیں، نیز یہ کہ یہ وہ پورا قرآن نہیں ہے جو پیغمبر پر نازل ہوا تھا۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں: جو شخص قرآن میں زیادت یا نقص یا تبدیلی یا کسی طرح کے تصرف بشر کا دخل مانے یا اس کو محتمل جانے بالاجماع کافر و مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے "إنا نحن نزلنا الذکر و إنا له لحافظون" جلالین شریف میں ہے: لحافظون من التبديل و التحريف و الزيادة و النقص۔ ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ دے یا کچھ بڑھا یا گھٹا دے۔

کشف الاسرار میں ہے: كان نسخ التلاوة و الحكم جميعا جائزا فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم فأما بعد وفاته فلا يجوز

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ نبوی میں تھا بعد وفات اقدس ممکن نہیں۔

(ماخوذ از رد الرفضہ)

(۳) رافضیوں کا یہ گروہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ طاہرین رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے افضل بتاتا ہے تو کہیں انبیاء علیہم السلام کو از راہ تقیہ جھوٹ بولنے کا جواز ہی نہیں بلکہ وجوب ثابت کرتا ہے تو کہیں یہ خبیث کلمات اپنی زبان ناپاک سے نکالتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے اقتباس نور ائمہ سے کیا ہے اور کہیں اس حد تک غلو سے کام لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور انبیاء سے ولایت ائمہ پر اور ان کی اطاعت پر عہد و پیمان لیا ہے اور کہیں تو غلو کے قعر عمیق میں اس حد تک گر جاتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی پیدائش ائمہ کے طفیل ہے مقصود بالذات پیدائش ائمہ کی تھی اور کہیں غلو کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے یہ تک کہا کہ علی اللہ کا خالق و رازق ہے (صد بار معاذ اللہ تعالیٰ) (ماخوذ از رد الرفضہ، الصواعق المحرقۃ، تحفہ اثنا عشریہ)

رافضیوں کا یہ گروہ باتفاق علماء و فقہاء کافر اور ان عقائد باطلہ سے ان کا کفر ظاہر و باہر جس میں ادنی تامل کی بھی حاجت نہیں جیسا کہ شفا شریف میں ہے: و كذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة فى قولهم إن الأئمة أفضل من الأنبياء. اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان غالی (غلو کرنے والے) رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے:

ما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولى أفضل من النبى كفر و ضلالة و إلحاد و جهالة۔ وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے ولی مرتبہ میں نبی سے بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت اور بے دینی و جہالت ہے۔

یہ رافضی تو ایسے کافر ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود خارج از اسلام ہے جیسا کہ شفا شریف میں ہے:

و لهذا نكفر من لم يكفر من دان بغير ملة المسلمين من الملل أو أوقف فيهم أو شك أو صحح مذهبهم.

ہم اسی لیے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافر کو کافر نہ کہے یا ان کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا ان کے مذہب کی تصحیح کرے اگر چہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔

اسی طرح غنیۃ میں ہے: المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقدہ أهل السنة والجماعة و إنما یجوز الاقتداء به مع الکراهة إذا لم یکن ما یعتقده یؤدی إلی الکفر عند أهل السنة أما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز أصلا کغلاة من الروافض الذین یدعون الألوهیة لعلی رضی الله عنه أو أن النبوة کانت له فغلط جبریل. بد مذہب سے مراد وہ ہے جو کسی بات میں اہل سنت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو اور اس کی اقتداء کراہت کیساتھ اس حال میں جائز ہے کہ اس کا عقیدہ اہل سنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچتا ہو ورنہ اصلا جائز نہیں جیسے غالی رافضی جو مولی علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے ہیں یا یہ کہ نبوت مولی علی کے لئے تھی جبریل سے غلطی ہوئی۔ (ردالرفضہ)

پھر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی شان میں ان کی گستاخیاں قطعا ڈھکی چھپی نہیں ہیں سب کو معلوم کہ یہ فرقہ ملعونہ خلافت وافضلیت شیخین کا منکر اور حضرت علی مشکل کشا کے لئے خلافت بلافصل کا قائل ہے جب کہ خلافت صدیق اکبر کا انکار منجر الی الکفر ہے جیسا کہ فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

الرافضی إذا کان یسب الشیخین و یلعنهما والعیاذ بالله تعالی فهو کافر و إن کان یفضل علیا کرم الله وجهه الکریم علی أبی بکر لا یکون کافرا إلا أنه مبتدع

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین کو برا کہے کافر ہے اور اگر مولی علی رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔ اس مختصر تحریر میں بہت زیادہ کی گنجائش نہیں ہے اس لیے مزید تفصیل کے لئے تحفہ اثنا عشریہ، رد الرفضہ، الأدلۃ الطاعنۃ، غایۃ التحقیق کا مطالعہ کریں۔

آئینہ میں نظر آنے والی تصویر کی طرح ان رافضیوں کی حقیقت وعقیدت صاف ظاہر ہوگئی کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے دشمن ہیں اس لئے مسلمانوں کو اپنے ایمان وعقیدے کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ان دشمنان اسلام سے مکمل اجتناب کریں کیونکہ ایسے بے ایمان لوگوں سے میل جول شرعا سخت حرام اور ایمان کے لئے سم قاتل ہے اور ہر فرد مسلم پر لازم کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو اپنے لیے حرز جاں بنالے، فرماتا ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ-اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ-

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔ (کنزالایمان)

مؤمن سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مومن کی یہ شان اور نہ ایمان کو یہ گوارا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔

عزیزان اسلام! دینی حمیت اور دینی غیرت سے کام لو کافروں اور ان کے کفری کاموں سے الگ رہو اسلام خدا کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور جس بات یا کام سے ایمان میں نقصان ہو اس سے دور بھاگو ورنہ کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

اے اللہ! ہمیں ایمان پر استقامت اور اسی پر خاتمہ بالخیر نصیب فرما اور ہر اس عمل کی توفیق عطا فرما جس میں تیری اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

□□□

سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمسایوں کا خیال

عبد الباقی رضوی مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

محسن انسانیت، پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا گوشہ گوشہ باعث ہدایت انسانیت اور اقوام عالم کیلئے عملی نمونہ ہے آپ کی حیات طیبہ کے نقوش گم گشتگان راہ کیلئے حق آشنائی اور وصول الی اللہ کا ذریعہ ہیں، اسلام وہ مذہب مہذب ہے جس نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی اور دیگر مذاہب کے برعکس جن میں گھر بار، بیوی بچے اور رشتہ دار واقرباء سب کچھ چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرنے کی طرف ابھارا گیا ہے، اس کی جگہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ درس عطا فرمایا کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی بہت ضروری ہیں اور بعض اعتبار سے انہیں حقوق اللہ سے بھی آگے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنا حق معاف فرما دے گا لیکن اس نفسی نفسی کے عالم میں کوئی حقدار کسی کو معاف نہیں کرے گا۔

قیامت کا وہ ہوش ربا منظر جس دن ہر ایک کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ہر ایک حقدار کو اس کا حق ملے گا چاہے کسی نے کسی جان پر رتی بھر بھی ظلم کیا ہو گا ظلم کی ایک قسم کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ ظلم کی اِس قسم پر خصوصی توجہ درکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد کے متعلق واضح بیان فرما دیا ہے کہ جب تک بندہ سے معاملہ صاف نہیں کیا جائے گا اللہ رب العزت معاف نہیں فرمائے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ کسی بھی انسان پر کسی بھی حال میں ظلم نہ کرے، بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق دوسروں کی مدد کرے، ظالم کو ظلم کرنے سے حکمت کے ساتھ روکے اور مظلوم کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہو۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم ہونے کی صورت میں اس کی مدد کس طرح ہوگی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ظالم کی مدد کی صورت یہ ہے کہ) اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ یعنی اسے ظلم کرنے سے روک دو۔

(بخاری۔ باب اُعن اخاک ظالماً او مظلوماً)

انسانوں پر ظلم کرنے کی تمام شکلوں سے ہر شخص کو بچنا چاہئے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکاۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

مظلوم صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق ظالم کو ظلم سے روکے۔

انہی حقوق العباد میں سے ایک اہم حق پڑوسی کا حق ہے جس کا درس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

عن عائشة رضی الله تعالی عنها عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت أنه سیورثه۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کر لیا کہ وہ ہمسایہ کو وارث کر دیں گے۔ (صحیح البخاری، ج۲، ص۸۸۹)

یہ فرمان عالی شان پڑوسیوں کے حقوق کی پاسداری میں شدت تاکید کو بیان کرتا ہے۔ دوسری طرف اگر ہم اپنی زندگی کو

دیکھیں اور تھوڑا غور کریں کہ کیا کبھی ہم نے اپنے پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ کیا اسلام میں پڑوسی کے جو حقوق بیان کئے گئے ہیں اور بطور ایک پڑوسی قرآن وحدیث میں ہم پر جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے کیا ہم نے اس کو مکمل طور پر ادا کیا ہے؟ اگر منصفانہ جواب تلاش کیا جائے تو جواب ہوگا نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج ہماری زندگی سے چین وسکون اٹھ گیا ہے۔ ہر شخص کو اپنی فکر ہے۔ پڑوسی پڑوسی کے حالات سے بے خبر ہے اور کوئی ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کو اپنایا جائے اور بالخصوص پڑوسی کے جو حقوق قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں ان کی جانب توجہ دی جائے تو ہمارے معاشرہ سے جو چین وسکون اٹھ گیا ہے وہ دوبارہ واپس آجائے اور ہماری معاشرت بہت خوبصورت ہوجائے۔

قرآن کریم نے ایک مقام پر پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔ (سورۃ النساء:۳۶)

حضور سیّدنا رحمۃ للعالمین سید المرسلین ﷺ نے اپنی نورانی تعلیمات وہدایات اور نورانی زندگی مبارک کے مقدس عملی نمونۂ مبارکہ میں ہمسائیگی کے اِس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اِس کے اِحترام واِکرام اور رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اِس کو جزوِ اِیمان اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور سیّدنا حبیبِ کبریا رسول کریم ﷺ کی محبت کا معیار اور جنت میں داخلہ کی شرط قرار دیا ہے۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، حضور سیّدنا نبی رحمت رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایمان لایا اللہ (تبارک وتعالیٰ) پر اور آخرت کے دن پر، اُسے چاہئے کہ مہمان کی خوب خاطر مدارات کرے اور جو شخص اِیمان لایا اللہ (تبارک وتعالیٰ) اور آخرت کے دن پر، اپنے ہمسائے کو اِیذا نہ دے اور جو شخص اِیمان لایا اللہ (تبارک و تعالیٰ) اور قیامت کے دن پر اُسے چاہئے کہ جب بات کرے تو اَچھی کرے اگر اَچھی بات نہ کرسکے تو چپ رہے“۔ (فضول اور لغو باتیں نہ کرے)۔ (ابوداؤد جلد ۲ ص ۳۵۳)

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر الاصحاب عند اللہ خیر ھم لصاحبہ وخیر الجیران عند اللہ خیر ھم لجارہ۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ہمسایوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔

عن أبی شریح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن قیل ومن یارسول اللہ قال الذی لا یأمن جارہ بوائقہ

ابوشریح سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا وہ مؤمن نہیں بخدا وہ مؤمن نہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے؟ فرمایا جس کا ہمسایہ اس کی اذیتوں سے محفوظ نہیں۔ (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۸۸۹)

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے آپ کو پڑوسی کے حق کی اہمیت کا اندازہ ہو ہی گیا ہوگا۔ لیکن آج کے دور میں ہمارے معاشرہ کی اکثریت اس حق کی سبکدوشی سے دور ونفور نظر آتی ہے۔ بلکہ اکثر لوگ عبادات یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ ہی کو مکمل دین سمجھتے ہیں۔ دوسری جانب اگر اخلاقیات بالخصوص پڑوسی کے حقوق سے متعلق احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ایمان پر خطرہ فقط عبادات کے ترک سے ہی نہیں بلکہ پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے بھی ہے۔

پڑوسی کی تعریف

پڑوسی سے مراد آس پاس کے مکان، دکان، فلیٹ، یا دیگر

عمارتوں میں رہنے والے لوگ ہیں۔ البتہ پڑوسی کی ایک اور قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کسی وجہ سے ہم نشین بن جاتے ہیں۔

(۱) رشتے دار پڑوسی: یہ وہ ہمسایہ ہے جو رشتے دار بھی ہے۔ اس کا حق دیگر پڑوسیوں کے مقابلے میں مقدم ہے۔

(۲) اجنبی پڑوسی: اس سے مراد وہ پڑوسی ہے جو رشتے دار نہیں بلکہ صرف پڑوسی ہے۔ اس کا درجہ پہلے والے سے کم ہے۔

(۳) ہم نشین یا پہلو کا ساتھی: یعنی جس کے ساتھ دن رات کا اٹھنا بیٹھنا ہو۔ اس اصطلاح سے مراد ایک گھر یا عمارت میں رہنے والے مختلف لوگ، دفتر، فیکٹری یا کسی اور ادارے میں ساتھ کام کرنے والے افراد، تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے ساتھی، دوست اور دیگر ملنے جلنے والے احباب شامل ہیں۔

پڑوسی یا ہم نشین سے حسن سلوک کیا ہے؟

پڑوسی یا ہم نشین کے حقوق کی کوئی حتمی فہرست تو نہیں ہے۔ قرآن نے ان کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔ احسان کا معنی عربی میں زیادہ وسیع ہے جس سے مراد کسی کو اس کے جائز حق سے زیادہ دینا ہے۔ چنانچہ دیکھا جائے تو قرآن نے حقوق کی ادائیگی سے ایک قدم آگے جا کر ہمسایوں کے ساتھ انتہائی بھلائی، خیر خواہی اور اچھے تعلق کی ہدایت دی ہے۔ اسی احسان کی بعض صورتوں کو احادیث میں تعیین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حسن سلوک کی وضاحت

عام طور پر پڑوسی یا ساتھی کے ساتھ اچھے سلوک سے مراد انکی خبر گیری کرنا، انکے دکھ درد میں کام آنا، انکی ضروریات کا خیال رکھنا، انہیں کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

۱۔ خیال رکھنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اے ابوذر جب تم سالن پکاؤ تو اس کے شوربا کو زیادہ کر لو اور اپنے پڑوسی کی خبر گیری کرو۔ (الصحیح لمسلم، ج ۲، ص ۳۲۹)

چنانچہ حسن سلوک کی پہلی صورت یہ ہے کہ پڑوسی کی خبر رکھی جائے، دوستوں کی پریشانیوں کو دفع کرنے میں دلچسپی لی جائے اور نیک نیتی سے ان کی غربت، پریشانی اور بیماری وغیرہ کا خیال کیا جائے اور کوئی بھی ضرورت پڑنے پر انکی مدد کی جائے بالخصوص صاحب استطاعت شخص کو چاہئے کہ اس کا کوئی پڑوسی بھوکا نہ سوئے۔ لیکن اس خبر گیری میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس سے ہمسائے کو کوئی شرمندگی، تکلیف یا بدگمانی پیدا نہ ہو۔

۲۔ تحفوں کا تبادلہ

عن عائشة قالت قلت يا رسول الله ان لی جارين فإلى أيهما أهدی قال إلى أقربهما منك بابا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں تو میں کس کو ان میں سے ہدیہ بھیجوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو دروازہ کے اعتبار سے تجھ سے زیادہ قریب ہو۔ (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۸۹۰)

چنانچہ یہ آزمودہ طریقہ ہے کہ اچھے تعلقات قائم کرنے کے لئے پڑوسی کو مناسب مواقع پر تحفے تحائف بھیجے جائیں۔ تحفے بھیجنے میں پڑوسی، ساتھی یا دوست کی پسند اور ذوق کا خیال رکھا جائے۔

۳۔ تعاون اور مدد کرنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت فرمائی اور اس سے بھی منع فرمایا کہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع کرے۔ (صحیح بخاری)

مدد کی کئی صورتیں ہیں جیسے مالی پریشانی میں ممکن مدد کرنا، بیماری میں خیریت دریافت کرنا، معذوری یا لاچاری میں سواری کا بندوبست کر دینا، دکھ درد نیک نیتی سے شئیر کرنا، رازوں کی پردہ پوشی کرنا، بچوں پر شفقت کرنا، خواتین کی عزت و احترام کرنا وغیرہ۔ لیکن تعاون اور مدد کرتے وقت حکمت اور نیک نیتی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح اپنی استطاعت کو دیکھنا بھی لازمی ہے۔ یعنی اپنی مالی حالت، وقت اور دیگر وسائل کی دستیابی کے مطابق ہی مدد اور تعاون کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ خیر خواہی کرنا

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اس میں

یہ بات نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی اپنے بھائی کے لئے یا پڑوسی کے لئے پسند کرے۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں تمام تعلیمات کا خلاصہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی ہم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہو تو خود کو پڑوسی کی جگہ رکھ کر سوچا جائے کہ یہ بات مناسب ہوگی یا ناگوار۔ اگر خود کو بری لگے تو پڑوسی سے متعلق بھی وہی فیصلہ کرے۔ مثال کے طور پر آپ کے گھر کے سامنے غلاظت پڑی ہے۔ اب آپ یہ سوچتے ہیں کہ اسے اپنے دروازے سے ہٹا کر برابر والے کے سامنے ڈال دیا جائے۔ ایک لمحے کے لئے یہ تصور کریں کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ یہ کرتا تو آپ کو تکلیف ہوتی ضرور ہوتی۔ چنانچہ اس اقدام سے باز آجانا ہی ایمان کی علامت ہے۔

۵۔ایذارسانی سے گریز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی ضرر رسانیوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کی روشنی میں سب سے اہم بات یہ کہ ہمارا پڑوسی، ساتھی یا دوست ہماری وجہ سے کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ایذا رسانی کی کچھ صورتیں تو بڑی عام ہیں جیسے اونچی آواز میں ٹیپ چلا کر گانے سننا یا ڈرامے دیکھنا، شور مچانا یا اونچی آواز میں اس طرح بات چیت کرنا کہ ہمسایوں کا سکون غارت ہو جائے۔ دیگر تکلیف پہنچانے کی صورتوں میں کچرا یا پانی گلی میں پھینک دینا، بلا اجازت ٹینٹ لگا کر راستہ بلاک کر دینا، مکان تعمیر کرتے وقت ریت اور بجری سے بے احتیاطی کی بنا پر اذیت پہنچانا وغیرہ شامل ہیں۔ مزید یہ کہ اختلاف رائے کی صورت میں طعن و تشنیع کرنا، پھبتی کسنا، لڑائی کرنا، گالی بکنا اور ہاتھا پائی تک نوبت لے آنا بھی ایذا رسانی کی ایک شکل ہے۔ اسی طرح برابر والے کی زمین ہتھیا لینا، پارکنگ پر قبضہ کر لینا، اپنے عہدے یا دبدبے سے کمزور کو دبانا وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

پیغمبر اسلام کی زبان حکمت کی ان تعلیم و ہدایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا کیا مقام و مرتبہ ہے مگر افسوس کہ ہم مسلمانوں کی زندگی وطرز عمل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں کافی بعد ہو گیا۔

غور کیجیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مبارک ارشادات میں اپنے ہمسایوں کے بھوک و پیاس کے مسئلوں سے بے پرواہ اور ان کی دیگر ضروریات سے بے فکر ہو کر زندگی گزارنے والوں کے لیے کتنی سخت وعید ہے لیکن افسوس کہ اس طرح کی حدیثیں ہمارے علمی و درسی حلقوں میں اب کلامی بحثوں اور علمی موشگافیوں کے اندر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اگر ان حدیثوں کو پڑھ یا سن کر حیات انسانی کے ان تشنہ شعبوں کو درست کرنے کی فکر دامن گیر ہو جائے تو انشاء اللہ ضرور خوش گوار و پرسکون معاشرہ تشکیل پائے گا۔

آج ہمارے معاشرے میں جس قدر اخلاقی بحران اور نفسا نفسی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اس کی وجہ سنت نبوی سے دوری اور اپنے نبی کی تعلیمات سے بے اعتنائی ہے، ہم میں ہر شخص اپنی دنیا میں مست اور اپنی ذات میں مگن ہے ہمیں اپنے مفادات بہت عزیز ہیں اپنے نفع و نقصان کا بڑا خیال ہے معاشرے میں بے چارگی کی زندگی گزارنے والے بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنے والے اشخاص کی فکر کرنے والا کوئی نہیں ہمارا معاشرہ اس قدر مصروف ہو چکا ہے کہ اب نہ تو اپنوں کی مزاج پرسی کی مہلت ہے اور نہ ہمسایوں سے پرسش احوال کا وقت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے احباب اپنے سماج کے افراد اور معاشرے کے دیگر انسانوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کریں محتاجوں کی امداد و اعانت کریں بیماروں کی عیادت کریں مصیبت زدوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں ہمیں اس حوالے سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کر کے اسے اپنے لئے نمونہ عمل بنانا چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سبھوں کو سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور کامیاب زندگی اعمال صالحہ کی توفیق کے ساتھ عطا فرمائے۔

□□□

حدیث "من علّق تمیمۃً فقد أشرک" - ایک تحقیقی جائزہ

از: محمد گلزار احمد خان رامپوری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اردو میں جس کو تعویذ کہتے ہیں، عربی زبان میں اس کے لئے لیے "التمیمۃ" اور جس کو جھاڑ پھونک بولتے ہیں اس کے لئے "الرقیۃ" کا لفظ آیا ہے ابن اثیر نے "الرقیۃ" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا:

الرقیۃ العوذۃ التی یرقی بہا صاحب الآفۃ کالحمی والصرع و غیر ذلك من الآفات وقد جاء فی بعض الاحادیث جوازھا وفی بعضھا النھی عنھا (النہایۃ، ج ۲،ص ۲۵۴)

اللہ تبارک وتعالی نے موت کے سوا ہر بیماری کا علاج پیدا فرمایا ہے، حدیث پاک میں ہے:

"ان اللہ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاء" رواہ البخاری

زمانہ قدیم ہی سے عام رواج ہے کہ لوگ جس طرح دفع امراض کے لئے اطباء کی طرف رجوع کرتے ہیں یوں ہی معوذین کے یہاں جا کر دعا تعویذ سے علاج کراتے ہیں اگرچہ دور حاضر میں نادان، کم علم اور علوم تعویذ نویسی سے ناواقف معوذین کی بھرمار ہے جو جھاڑ پھونک اور تعویذ کے نام پر صرف اور صرف لوگوں کا مال چٹ کرنے کے لئے اپنی دُکانیں سجائے بیٹھے ہیں لیکن آج بھی بہت سے معوذین ایسے ہیں جو اس فن سے کما حقہ واقف ہیں اور قرآن وسنت کے مطابق تعویذ دے کر خلق کی فائدہ رسانی میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح جڑی بوٹیوں میں شفا رکھی ہے اسی طرح اللہ تعالی کا کلام، اس کے اسمائے حسنیٰ، دعائے ماثورہ اور ذکر واذکار بھی شفا بخش ہیں، قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

" وننزل من القران ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین"

لہٰذا قرآنی آیات، دعائے ماثورہ، اسمائے حسنی اور وہ تمام چیزیں جو اصول شرع کے مطابق ہوں ان سے جھاڑ پھونک کرنا اور تعویذ بنا کر دینا بلاشبہ جائز ہے۔ آج کل کچھ لوگ جھاڑ پھونک اور تعویذ پہننے کو شرک وبدعت کہہ کر لوگوں کو ورغلاتے ہیں اور سند کے طور پر خصوصا درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

"من علق تمیمۃً فقد اشرك"

(ترجمہ): جس نے تعویذ گلے میں لٹکایا اس نے شرک کیا۔

زیر نظر مقالہ میں ہم اس حدیث پاک کے معانی و مفاہیم اور حقیقت حال کے تحت گفتگو کریں گے۔

اس حدیث کی شرح میں صاحب مرقاۃ المفاتیح فرماتے ہیں:

المراد من التمیمۃ ما کان من تمائم الجاھلیۃ ورقاھا فان القسم الذی یختص باسماء اللہ تعالی وکلماتہ غیر داخل فی جملتہ، بل ھو مستحب مرجو البرکۃ ،عرف ذلك من اصل السنۃ، قیل یمنع إذا کان ھناك نوع قدح فی التوکل ویؤیدہ صنیع ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ (ج ۸ ص ۳۷۵)

فیض القدیر میں ہے:

أو المراد من علق تمیمۃ من تمائم الجاھلیۃ یظن انھا تدفع أو تنفع فان ذلك حرام والحرام لا دواء فیہ و کذلك لوجھل معناھا وان تجرد عن الاعتقاد المذکور فان

من علق شیئاً من اسماء اللہ الصریحۃ فھو جائز بل مطلوب محبوب فإن من وکل إلی اسماء اللہ اخذ اللہ بیدہ (ج۶ص۱۳۹)

فتح الباری میں ہے:

وقد اجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثۃ شروط (۱) ان یکون بکلام اللہ تعالی او باسمائہ وصفاتہ (۲) وباللسان العربی او بما یعرف معناہ من غیرہ (۳) وأن یعتقد ان الرقیۃ لا تؤثر بذاتھا بل بذات اللہ تعالی۔

(ج۱۰،ص۲۰۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تعویذ و رُقیہ کی صراحۃً اجازت دی ہے جس میں شرک نہ ہو۔

عن عوف بن مالک قال کنا نرقی فی الجاھلیۃ فقلنا یا رسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علیّ رُقاکم لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک۔ (رواہ مسلم)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

وأما ماکان من آیات القرآنیۃ والاسماء والصفات الربانیۃ والدعوات المأثورۃ النبویۃ فلا بأس بل یستحب سواء کان تعویذا او رقیۃ أو نشرۃ واما علی لغۃ العبرانیۃ ونحوھا فیمتنع لاحتمال الشرک فیھا۔ (ج۸ص۳۷۵)

جواز اور عدم جواز کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں:

"لا مخالفۃ بل المدح فی ترک الرقی المراد بھا الرقی التی ھی من کلام الکفار والرقی المجھولۃ والتی بغیر العربیۃ وما لا یعرف معناھا فھذہ مذمومۃ لاحتمال ان معناھا کفر او قریب منہ او مکروہ وأما الرقی بایات القران و بالاذکار المعروفۃ فلا نھی فیہ بل ھو سنۃ"

جھاڑ پھونک سے متعلق جواز اور عدم جواز کی احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ جن احادیث میں جھاڑ پھونک ترک کرنے کی تعریف ہے اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک ہے جو کفار کے کلام سے ہو یا مجہول کلمات سے ہو یا غیر عربی ہو یا جس کا معنی معلوم نہ ہو تو ایسی جھاڑ پھونک مذموم ہے کفر یا قریب کفر یا مکروہ کا احتمال پائے جانے کی وجہ سے رہا قرآنی آیات یا مشہور و معروف اذکار سے جھاڑ پھونک کرنا تو اس میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ یہ سنت ہے۔

(شرح مسلم للنووی، ج۲ص۲۲۷)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"الاسترقاء بالقران نحو ان یقرا علی المریض والملدوغ او یکتب فی ورق و یعلق او یکتب فی طست فیغسل ویسقی المریض فاباحہ عطاء و مجاھد وابو قلابۃ... فقد ثبت ذلک فی المشاھیر من غیر انکار والذی رعف فلا یرقأ دمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبھتہ شیئاً من القران یجوز و کذا لو کتب علی جلد میتۃ اذا کان فیہ شفاء ولا بأس بتعلیق التعویذ ولکن ینزعہ عند الخلاء والقربان"

(ترجمہ): قرآن کریم سے جھاڑ پھونک کرنا اس طرح کہ مریض پر اور اس پر جسے سانپ یا بچھو یا دیگر کسی زہریلے کیڑے نے ڈس لیا ہو، قرآن پڑھ کر دم کرے یا کاغذ پر لکھ کر گلے میں لٹکائے یا بڑی پلیٹ میں لکھ کر وہ تحریر دھو کر مریض کو پلائے اسے عطا مجاہد اور ابوقلابہ نے جائز قرار دیا ہے مشہور ائمہ

میں یہ عمل بغیر کسی نکیر کے ثابت ہے اور جس کی نکسیر پھوٹ جائے اور خون نہ رکے وہ اپنے اسی خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کریم کی کوئی آیت لکھنا چاہے تو یہ جائز ہے یونہی مردار کے چمڑے پر لکھنا جبکہ اس میں شفاء کی امید ہو جائز ہے اور گلے میں تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہاں بیت الخلاء جانے یا جماع کے وقت اتار دے۔(ج ۵ ص ۳۵۶)

ردالمختار میں ہے:

"التميمة المكروهة ما كان بغير القران ولا بأس بالمعاذات اذا كتب فيه القران او اسماء الله تعالى انما تكره العوذة اذا كانت لغير لسان العرب ولا يدرى ما هو ولعله يدخله سحر او كفر أو غير ذلك وأما ما كان من القران او شىء من الدعوات فلا باس به"

مکروہ (یعنی ممنوع) تعویذ وہ ہے جو قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ ہو۔ تو اُن تعویذات سے شفا حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں جن میں قرآن یا اللہ کے اسماء لکھے ہوں اور وہ تعویذات مکروہ ہیں جو عربی زبان کے علاوہ ہوں اور پتہ نہ چلے کہ کیا لکھا ہے ہوسکتا ہے اس میں جادو کفر وغیرہ داخل ہو جائے۔ مگر وہ تعویذات جو قرآنی آیات سے ہوں یا کوئی دعا ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔(ج ۶ ص ۶۸۰)

مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"عملیات وتعویذ اسمائے الٰہی وکلام الٰہی سے ضرور جائز ہیں جبکہ ان میں کوئی طریقہ خلاف شرع نہ ہو"

لہٰذا ایسے تعویذ اور عملیات جو آیات قرآنیہ ادعیہ ماثورہ یا کلمات صحیحہ پر مشتمل ہوں ان سے علاج کرنا اور پہننا جائز ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث پاک "من علق تميمة فقد أشرك" جس نے تعویذ پہنا (یا پہنایا) وہ شرک کا مرتکب ہوا (یعنی مشرک جیسا کام کیا)، اپنے عموم واطلاق پر نہیں ہے، بلکہ یقیناً یہ ممانعت ووعید صرف ان تعویذات کے بارے میں ہے جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھے، مثلاً ہڈی لٹکانا، جادو منتر کے نقوش، کوڑی اور گھونگا لٹکانا، شیر اور بھیڑیے کے بال اور ناخن گلے میں ڈالنا۔ وغیرہ

علمائے اہل سنت وجماعت جو نقوش وتعویذات دیتے ہیں، الحمدللہ وہ زمانۂ جاہلیت کے نقوش وتعویذات سے بالکل مختلف اور قرآن وسنت کے عین موافق ہوتے ہیں جس کے جواز پر آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اور فقہائے محدثین کی عبارات شاہد عدل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

□□□

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نفس کو یوں عتاب کرتے تھے:

"تقولين قول الزاهدين وتعملين عمل المنافقين و فى الجنة تطمعين هيهات هيهات ان للجنة قوما آخرين ولهم اعمال غير ما تعملين"

اے نفس! تو باتیں تو زاہدوں کی کرتا ہے مگر تیرے اعمال منافقوں جیسے ہیں، اس پر تو جنت کی امید لگائے بیٹھا ہے، یہ تو بڑی بعید بات ہے، درحقیقت جنتی لوگ تو اور ہیں اور اُن کے اعمال تیرے اعمال کے بالکل مختلف ہیں۔ (منہاج العابدین)

روشن خیالی کی آڑ میں بڑھتا فکری ارتداد (آخری قسط)

از: افضل مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

چوتھا باب

موجودہ "روشن خیالی" کے مختلف زاویے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خیر القرون قرنی"

یعنی زمانوں میں سب سے اچھا زمانہ میرا ہے۔

علماء بتاتے ہیں کہ جو زمانہ حضور کے زمانے سے قریب ہوگا وہ آنے والے زمانے کی بہ نسبت اچھا ہوگا۔ بس یہی قرینہ ہے جو اس زمانے کو "شرّ القرون" کہنے کی اجازت نہیں دیتا، ورنہ کون سی بُرائی ہے جو فی زمانہ پائی نہیں جاتی؟ جہاں تک بات گناہ کی ہے تو انسانوں سے گناہوں کا سرزد ہو جانا کچھ تعجب خیز نہیں کہ انسان عموماً خطا اور نسیان کا مجموعہ کہلاتا ہے اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے مرتکبین کے لئے توبہ کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے۔ حیرت تو تب ہوتی ہے جب انسان گناہ کو گناہ سمجھتا ہی نہیں، وہ چاہتا ہے کہ جدت پسندی کے پیش نظر اُسے اس کی مرضی کے کاموں کی اجازت دے دی جائے، اگر علمائے اسلام شریعت کا حکم سناتے ہیں تو انہیں "دقیانوسی" کا خطاب دینے سے کچھ گریز نہیں کرتا، حد تو یہ ہے کہ شریعت میں تجدید کے نام پر تحریف چاہتا ہے۔

سیکیولرازم کے نام پر لادینیت عام ہوتی جارہی ہے اور راقم کی نظر میں یہی امت کی زبوں حالی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یاد کیجئے کہ اسلام نے سب سے پہلا کام ہی شرک و کفر کی مخالفت کا کیا اور آج اسلام ہی کی اتباع کا دعویٰ کرنے والے کچھ لوگ کفار و مشرکین کو خوش کرنے کے لئے ان کے مذہبی امور کی انجام دِہی میں شانہ بشانہ نظر آتے ہیں، کھل کر بتوں کی پرستش تو نہیں کرتے لیکن ان کے مذہبی تہواروں کی مبارکباد دے کر، ان کے تہواروں میں شریک ہو کر، بلکہ ان کے بہت سے تہواروں کو منا کر "رضا بالکفر" کا ثبوت دیتے ہیں جو بلا شبہ کفر ہے۔

حقوقِ نسواں کو لے کر جس قدر اسلام مخالف قوتیں واویلا مچاتی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ عورتوں کا ان سے زیادہ کوئی خیر خواہ نہیں۔ تعجب ان پر نہیں، تعجب تو ان اسلامی شہزادیوں پر ہوتا ہے جو اسلام جیسے عزت بخش مذہب میں نکالی گئی کمیوں کو تسلیم کر لیتی ہیں اور جدت پسندی کے نام پر مغربی تہذیب کو اپنا کر "حیاء" کا دامن چھوڑ دیتی ہیں۔ انہیں عزت دینے والے مذہب کے احکامات ضروریہ میں اپنا حصار نظر آتا ہے اور فحاشی و بے حیائی سے بھرپور مغربی تہذیب میں اپنی آزادی نظر آتی ہے۔

اسلام نے محرم اور غیر محرم کا تصور دے کر عورتوں کی عزت کی حفاظت کا عظیم کارنامہ انجام دیا لیکن آج کے معاشرہ نے پھر سے اسی دورِ جہالت کی عکاسی کرنی شروع کر دی، معاشرہ میں کبھی ٹیچر، کبھی دوست، کبھی کلاس میٹ، تو کبھی کلیگ کی شکل میں غیر محرموں کے ساتھ عورتوں کا نام نہاد محرمانہ سلوک (پسِ پردہ چیزے دِگر) اس کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

اسلام کے مختلف قوانین کو بے جا تنقید کا نشانہ بنانے والے لوگ بھولی عوام کو بہکانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتے۔ اسلام نے جہالتوں کی تاریکی کو دور کر کے علم و آداب کے اجالوں سے زمانے کو منور فرمایا اور آج کل لوگ انہی جہالتوں کو وقت کی ضرورت بتانے میں کچھ شرم محسوس نہیں کرتے۔

پانچواں باب

فکری ارتداد و دیگر

منفی پہلوؤں کا سدِّ راہ

کفار و مشرکین کے تہواروں کی مبارکباد دینا، یا ان میں شرکت کرنا، یا انہیں منانا آج کل عام سے عام تر ہے۔ منع کرنے پر "روشن خیالی" کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

یہ سب کر کے وہ اس خام خیالی میں رہتے ہیں کہ کافر حکومت ان سے خوش ہو کر انہیں تمغۂ حُسنِ اخلاق سے نوازے گی جبکہ اللہ نے مومنوں کو آگاہ فرما دیا کہ کافر تمہیں اپنے جیسا بنائے بغیر تم سے ہرگز راضی نہیں ہونگے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَنۡ تَرۡضٰی عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰی ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ (سورۂ بقرہ: 120)

(ترجمہ): اور یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کرلیں۔ تم فرمادو: اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور (اے مخاطب!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد بھی تو ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو تجھے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ (کنزالایمان)

تفسیر خازن میں ہے کہ {وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ: اور اگر تم نے پیروی کی} یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے پاس حق و ہدایت لائے تو تم ہرگز کفار کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا، اگر ایسا کیا تو تمہیں کوئی عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔

دورِ حاضر میں اس نام نہاد "روشن خیالی" کی طرف مائل حضرات کے لئے حکومت کا رویہ سبق آموز ہے، اگر سبق لینا چاہیں تو، ورنہ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

حقوق نسواں کا اسلام سے بڑا محافظ دنیا میں کوئی مذہب نہیں۔ یاد کیجئے وہ دور جب اس صنف نازک کا کوئی قدردان نہ تھا، انہیں محض عشرت کا سامان سمجھا جاتا تھا، معاشرہ میں ان کا کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا، انہیں کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اسلام نے ہی انہیں "ماں، بہن، بیوی اور بیٹی" کا کماحقہٗ درجہ دلایا۔ ان پر غیروں کی گندی نظریں نہ پڑیں اس لئے انہیں پردہ میں رہنے کا حکم دے کر ان کی حفاظت فرمائی اور آج اس اسلام کے احسانوں کو بھول کر عورتیں پھر سے مغربی تہذیب کی طرف مائل نظر آتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مردوں کے لئے حکم فرمایا:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ۔

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (کنزالایمان)

اور عورتوں کے لئے حکم فرمایا:

وَقُل لِّلۡمُؤۡمِنَاتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ أَبۡصَارِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوۡ آبَائِهِنَّ أَوۡ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَائِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ إِخۡوَانِهِنَّ أَوۡ بَنِي إِخۡوَانِهِنَّ أَوۡ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوۡ نِسَائِهِنَّ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيۡرِ أُوۡلِي الۡإِرۡبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفۡلِ الَّذِينَ لَمۡ يَظۡهَرُوا عَلَى عَوۡرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِأَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ (سورۂ نور: ۳۰، ۳۱)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دِکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی (مسلمان) عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جو ان کی ملکیت ہوں یا مردوں میں وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے۔ اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنزالایمان)

یہ بات کون نہیں جانتا کہ آبروریزی کی ابتداء نگاہوں کی بے پردگی سے ہو کر زنا کی حد تک جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی بھی اس پر شاہد ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظْرُ آگے فرماتے ہیں: وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ اَوْ يُكَذِّبُه۔ آنکھ بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا بدنگاہی ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔

جو عورتیں پردہ سے بغاوت کرنے کو اپنا حق سمجھتی ہیں انہیں رب تعالیٰ نے اس طرح تنبیہ فرمائی: '' إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ''۔ (سورۂ نور:۱۹)

بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

راقم نے پہلی قسط میں ایک آیت کے نصف اخیر کو آگے پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا، وہ ان احکامات ضروریہ دینیہ سے روگردانی کرنے والوں کے لئے ہے، رب فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (سورۂ بقرہ:۲۵۷)

اور جو کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں، وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (کنزالایمان)

اسلام ہی ہر بُرائی کا خاتمہ ہے، اس کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی اصل روشن خیالی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ورشا شرما جو کہ ایک کالم نگار ہیں اور جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے تقابل ادیان میں ایم اے کی طالبہ رہ چکی ہیں، لکھتی ہیں:

"جہالت اسی وقت ختم ہو سکتی ہے کہ جب اسلامی تعلیمات کو پورے دل سے قبول کیا جائے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے۔"

(ماخوذ از: نیو ایج اسلام ڈاٹ کام)

اسلام ہی وہ راہ ہے جو انسان کو آگ سے بچاتی ہے۔ رب العالمین کا ارشاد ہے:

وَ كُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (سورۂ آل عمران:۱۰۳)

(ترجمہ): اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ (کنزالایمان)

یاد رکھئے آج نام کی "روشن خیالی" میں جو تھوڑی بہت چمک محسوس ہوتی ہے یہ اس آگ کی چمک ہے جس میں یہ نام نہاد "روشن خیال" لوگ جلائے جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں اللہ سے توفیق مانگنی چاہئے کہ وہ ہم سب کو اسلام کی روشن راہ پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

□□□

امام العلماء علامہ رضا علی خاں - حیات و خدمات

محمد عاصم رضا قادری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اللہ تعالیٰ نے اس خاکدان گیتی پر اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سے محبوب بندوں کو بھیجا جنہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے اعلاء کلمۃ الحق اور عشق رسول ﷺ سے دنیا کو منور و مجلی کر دیا۔ جو اپنی پوری زندگی اسی میں صرف کر کے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ انہی محبوبین میں سے ایک ذات بابرکات امام العلماء تاج الفضلا والفقہا مفتی اعظم عالم مرجع خواص وعوام سید العرفا والصوفیا سید الاتقیا عارف باللہ حضرت علامہ مولانا مفتی رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات عالیہ ہے جن کی جلوہ گری ۱۹، ویں صدی عیسوی کے اوائل (۱۸۰۸ء) مطابق ۱۲۲۴ھ میں ہوئی۔

امام العلماء قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین قطب الوقت حضرت علامہ شاہ رضا علی علیہ الرحمۃ والرضوان بریلوی بن حافظ محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلوی روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم بڑھیچ سے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد شاہان مغلیہ کے دور میں قندھار سے لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا، پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کے آباواجداد میں سے جناب حضرت محمد سعید اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہ عہدہ شش ہزاری پر فائز تھے اور انہیں شجاعت جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ امام العلماء کے پردادا حضرت سعادت یار خاں صاحب نور اللہ مرقدہ حکومت کی جانب سے ایک مہم سر کرنے کے لئے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔ فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبہ دار بنا دیا گیا۔

امام العلماء سید العارفین کے دادا حضرت اعظم خاں صاحب نور اللہ مرقدہ بڑے مناصب جلیلہ پر فائز تھے۔ آپ کے دادا بریلی شریف تشریف فرما ہوئے اور متوکل علی اللہ ہو کر زہد و خلوص و ترک دنیا اختیار فرما کر محلہ معماران، بریلی میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں ان کا مزار مبارک ہے۔ آپ کے دادا بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

ایک مرتبہ امام العلماء کے والد گرامی حضرت علامہ حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب نور اللہ مرقدہ جو شہر بدایوں کے تحصیل دار تھے جن کی خدمت میں دوسو سواروں کی بٹالین رہتی تھی اور آٹھ گاؤں جاگیر تھے، سخت ٹھنڈک کے موسم میں اپنے والد گرامی سے ملنے آئے، ان کے جسم پر کوئی سرمائی لباس نہ تھا، اپنا بیش بہا دوشالہ اتار کر اپنے والد صاحب کو اوڑھا دیا۔ حضرت موصوف نے نہایت استغناء سے اتار کر دہکتی آگ میں رکھ دیا۔ حافظ صاحب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کاش اسے کسی اور کو دے دیا جاتا۔ حافظ صاحب کے دل میں یہ خیال آنا تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے اس بھڑکتی آگ سے دوشالہ کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا: کاظم! فقیر کے یہاں دھکڑ پکڑ (یعنی تذبذب و شک) کا معاملہ نہیں، لے اپنا دوشالہ۔ دیکھا تو اس دوشالہ میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا، ویسے ہی صاف و شفاف برآمد ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص ۸۳)

یہ کرامت معجزہ نبوی ﷺ کا مظہر و نمونہ تھی جو مختلف مواقع پر ظہور پذیر ہوئی اور اپنی اولاد و دیگر افراد کے لئے نصیحت کہ دنیاوی جاہ و جلال کچھ نہیں، اصل کامیابی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کامیابی اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے جس کے ذریعہ کائنات کی ہر چیز بندے کے تابع ہو جاتی ہے۔

حضرت امام العلماء علامہ رضا علی خاں نور اللہ مرقدہ، رئیس الاتقیاء علامہ نقی علی خاں نور اللہ مرقدہ کے والد ماجد اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دادا ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے، ۲۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ کو سند فراغت حاصل کر کے مشہور زمانہ اور مرجع خواص وعوام ہوئے۔ خصوصاً فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل تھی۔ بہت پُر تاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے سوا ہیں، خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع، تجرید وتفرید آپ کی خصوصیات سے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص ۸۵)

سیدی وسندی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے والد ماجد کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم بحر عطمطم فضائل پناہ عارف باللہ صاحب کمالات باہرہ وکرامات ظاہرہ حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب روح اللہ روحہ ونور ضریحہ سے اکتساب علوم فرمایا، بحمد اللہ منصب شریف علم کا پایہ ذروۂ علیا کو پہنچایا"۔ (حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص ۸۸)

اور اتنا پہنچایا کہ خود امام اہل سنت کی زبانی سنیے:

"بحمد اللہ ان کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا، کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اُٹھائے یا آنکھ ملائے یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان مسمی بنام تاریخی اصلاح ذات بین طبع کرایا اور سوائے سکوت یا عار فرار وغوغا جہال وعجز واضطرار کے کچھ جواب نہ پایا، فتنہ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفا پر عرق ریز وگرویدہ، اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد للہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے، خود اس کے نام سے جلتے ہیں"۔ (حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص ۸۹)

حضرت علامہ محمد حسن صاحب علمیؔ جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، شہر تو شہر، دیہات تک کے مساجد میں وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے، وہ حضرت امام العلماء علامہ رضا علی خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہی شاگرد ومرید تھے۔ یہ خطبہ ان کی نظر انور سے گزرا ہوا ہے۔ علامہ علمی صاحب اپنے استاذ گرامی ومرشد برحق امام العلماء علیہ الرحمہ کے لئے یوں دعا گو ہیں:

"ہمارے مرشد ومولیٰ عالم علم ربانی، مقبول بارگاہ سبحانی، مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشف استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر امتنان، مولانا ومخدومنا، لوذعی زمان، مولوی رضا علی خاں کو بیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچا۔ آمین یارب العٰلمین"۔ (حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص ۸۸)

حضرت ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری قدس سرہ اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص ۸۵ پہ حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے حوالے سے امام العلماء قدس سرہ کے فضائل وکمالات وکرامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کرامت نمبر (۱): ہنود کے تہوار ہولی کا زمانہ تھا، ایک روز حضرت امام العلماء قدس سرہ کا گزر کوچہ سیتارام کی طرف سے ہوا، ایک ہندوانی بازاری طوائف نے اپنے بالاخانہ سے حضرت پر رنگ پھینکا، یہ کیفیت دیکھ کر ایک جوشیلے مسلمان نے بالاخانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا: بھائی! کیوں اس پہ تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پہ رنگ ڈالا ہے، خدا اسے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ حضرت کے قدموں پہ گر پڑی اور معافی مانگی اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

کرامت نمبر(۲): حضرت امام العلماء قدس سرہ کے پڑوس میں ایک شخص وارث علی خاں نامی رہتا تھا، ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوکر کچھ رقم بطور قرض لیا، اس کے شباب کا زمانہ تھا، آزاد مزاج تھا، اسی لئے حضور نے فرمایا کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کرنا، اقرار کر کے چلا گیا مگر اسی روز اسی روپیہ کو لے کر ایک طوائف کے یہاں گیا، جب زینہ پہ پہنچا، دیکھتا ہے کہ حضرت کا عصا اور چھتری رکھی ہے، الٹے پاؤں واپس ہوا، دوسرے بالاخانہ پر گیا، وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوا، تیسری جگہ گیا، یہی ماجرا دیکھا، بالآخر واپس ہوا اور حاضر خدمت اقدس ہوکر صدق دل سے توبہ کی۔

کرامت نمبر(۳): ۱۸۵۷ء کے فتنہ کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہندوستان پہ ہوا اور انہوں نے شدید مظالم کیے تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔ بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات وغیرہ چھوڑ کر گاؤں چلے گئے لیکن امام العلماء علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان محلہ ذخیرہ میں برابر تشریف رکھتے تھے اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ادھر سے گوروں (انگریزوں) کا گزر ہوا۔ خیال ہوا کہ مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں، مسجد میں گھسے، ادھر اُدھر گھوم آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا تھا کہ دیکھنے سے معذور رہیں۔

حضرت کی یہ کرامت اس معجزہ صادقہ نبویہ ﷺ کی تصدیق ہے جو شب ہجرت واقع ہوئی تھی۔

حضرت امام العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان، زبردست عالم، عظیم مفتی، عظیم فقیہ، پابند شرع، عابد شب زندہ دار تھے، ہر وقت باوضو رہتے، نماز باجماعت کے پابند تھے، آپ کا دل ہمیشہ درود شریف کا ذاکر رہتا تھا، آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اتباع سنت کے انوار سے منور تھا۔ آپ کے دل میں ہمیشہ عشق رسول ﷺ کا دریا موجزن تھا آپ نے زندگی کا ہر لمحہ رشد و ہدایت کا دریا بہایا۔ آپ کو ملک میں انگریزی اقتدار سے سخت نفرت تھی، آپ نے ہمیشہ انگریزوں کی سخت مخالفت کی اور انگریزوں کے خلاف لسانی و قلمی جہاد کیا اور اس معاملہ میں مشہور ہو چکے تھے، انگریزی اقتدار کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے اور ملک کو انگریزوں کے جبر و استبداد سے آزاد کرانے کے لئے ایک جہاد کمیٹی بنائی جس کے اہم ذمہ دار، امام العلما علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان اور شرکاء علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، رئیس الاتقیاء علامہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ، مولانا شاہ احمد اللہ شاہ، مولانا سید احمد مشہدی بدایونی ثم بریلوی، جنرل بخت خاں وغیرہ تھے۔ جہاد کمیٹی نے انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لئے جہاد کا فتویٰ صادر کیا۔ تا حیات اپنے زبان و قلم سے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا، انگریز امام العلماء کی علمی وجاہت و دبدبہ سے بہت گھبراتے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے علامہ نقی علی خاں بھی جہاد میں مصروف تھے۔ آپ ہی کے ایماء پر آپ کے صاحبزادے امام الاتقیاء انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچاتے تھے۔ آپ کی زبانی، قلمی، عملی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں جوش جہاد و ولولہ جہاد پیدا ہوا۔ بریلی کا جہاد کامیاب ہوا، انگریزوں کو شکست دی اور بریلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ (مقدمہ اذاقۃ الآثام ص ۲۳)

لیکن انگریز ایک عیار و مکار قوم تھی، سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے پر عمل کرتے تھے۔ انگریزوں نے انیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور میں ہندوستان خصوصا مسلمانوں کے اسلامی اتحاد و سکون کو پارہ پارہ کرنا شروع کر دیا، مسلمانوں میں نئی نئی تحریکیں جنم لینے لگیں۔ گندم نما جو فروش اب مسلمانوں کو کافر

وشرک اور بدعتی بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے تا کہ اس کے اقتدار کے مواقع بڑھتے رہیں۔ ہندوستانی عوام خصوصاً مسلمان زبردست کشمکش کا شکار تھے، کفروشرک وبدعت کے شوروغوغہ سے پورا مذہبی ماحول ابرآلود ہو رہا تھا۔ غرض آپ کے سامنے تین چیلینج تھے۔

(۱) اس مسلم مخالف تحریک کو روکنا۔ (۲) انگریزوں کا قلعہ قمع کرنا۔ (۳) توحید ورسالت کی شمع روشن کرنا۔

امام العلماء نے تمام چیلنجوں کا تاحیات سامنا کیا اور علم و عرفان ورشد وہدایت کا دریا بہاتے رہے۔ ہندوستان تو ہندوستان دیگر مختلف ممالک سے آپ کے پاس استفتے آتے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا تسلی بخش جواب دے کر ارسال فرماتے تھے۔ اجلہ علماء آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے جواب کے منتظر رہتے، آپ کے آراء واقوال کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

امام العلماء قدس سرہ نے انہی ضرورتوں کے پیش نظر اور یہ خیال کر کے کہ امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی اور حکم شرع سے ان کی آگاہی عظیم فریضہ ہے، ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی شریف پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی اور مسلسل ۳۴ سال تک فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

امام العلماء نے اپنی حیات ہی میں اپنے فرزند سعید حضرت رئیس المتکلمین والاتقیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتاء پر فائز کیا۔ آپ کے فرزند ارجمند نے مسند افتاء پر رونق افروز ہونے کے بعد سے ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گرانمایہ فریضہ انجام دیا بلکہ والد بزرگوار کی طرح معاصر علما وفقہا سے اپنی علمی بصیرت کا ایسا لوہا منوالیا کہ اپنے فتووں پر آپ کی تصدیق لازم وضروری سمجھتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ دقت انظار، جدت افکار، فہم صائب ورائے ثاقب بارگاہ رب جل وعلا اور آپ کے خاندانی بزرگوں سے عطا ہوا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضور امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مختلف علوم وفنون میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور ردّ بدمذہباں وفتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے۔ بعدۂ ان کے صاحبزادگان، ان کے بعد حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے بعد استاذنا المکرم ومرشدنا الاعظم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے انجام دیا جن کے فتاویٰ مجلد شکل میں منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور اب اس زمانے میں قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند شہزادہ تاج الشریعہ علامہ مفتی عسجد رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ ردّ وہابیہ، فتویٰ نویسی ودیگر دینی وملی ذمہ داریوں کو حسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر خضر عطا فرمائے اور ان کے ذریعہ خانوادہ کے فیض کو تا دیر جاری وساری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

امام العلماء کمالات ظاہری وباطنی کے جامع تھے وہ آپ ہی کی ذات تھی کہ اپنے پوتے حضور امام اہل سنت کے رسم بسم اللہ خوانی کے موقع پر امام اہل سنت کا سوال سن کر گلے لگایا، دل سے بہت دعائیں دیں اور تسلی بخش جواب دے کر باتوں ہی باتوں میں بہت کچھ بتا دیا۔ اسرار وحقائق کے رموز واشارات کے دریافت وادراک کی صلاحیت وقابلیت اسی وقت سے پیدا کردی جس کا اثر سب آپ کی تحقیقات وتصنیفات میں اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت امام العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ ان پاک طینت ہستیوں کے صدقہ وطفیل ہمیں اور تمام اہلسنت وجماعت کو دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

□□□

توبہ کے شرائط وفضائل

محمد فیصل رضا صالح مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

کردیتی ہے معدوم یہ فی الفور خطائیں
توبہ میں نہاں ہیں عجب اسرار چلا آ

اطراف عالم میں اگر نظر دوڑائی جائے تو ایسے لوگ بہت کم نظر آئینگے جن کا دل ودماغ دنیا کی ہمہ ہمی چمک دمک نفسانی خواہشات، دنیا کی مختلف لذتوں سے متاثر نہ ہوتا ہو مزید اس پر شیاطین کے ہر جانب سے سلسلہ وار حملے، یہی وجہ ہے کہ بندگان خدا بہت سے ایسے امور کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا سبب بن جاتے ہیں مگر ہم اس رحمٰن و رحیم کی رحیمی کریمی کے نثار جو ہماری خطاؤں پر فوراً ھماری پکڑ نہیں فرماتا بلکہ باب ناامیدی کو مسدود اور اپنی رحمت کاملہ پر اعتماد دلاتے ہوئے یوں فرماتا ہے:

{قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا}۔ (تم فرمادو اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے وہی بخشنے والا مہربان ہے)

(سورہ زمر 53)

نیز عصیاں شعار گنہگار بندوں کے لئے اس نے ایک ایسی راہ متعین فرمادی کہ اگر اس راستہ کو اپنا لیا جائے اسی کے مطابق اپنا طرز حیات بنالیا جائے تو ایسے ہوجائیں جیسے کوئی گناہ کوئی خطا کی ہی نہیں قرآن مجید میں اللہ غفور ورحیم نے اس راستہ کو توبہ کا نام دیا ہے

توبہ بظاہر اگرچہ ایک نہایت مختصر، آسان لفظ ہے جس کا ہر عام وخاص بآسانی تلفظ کرلیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے کس درجہ محبت فرماتا ہے ان کی بد اعمالیوں کو توبہ کے ذریعہ نیکیوں میں تبدیل فرماکر کیسے کیسے بلند و بالا درجات سے نوازتا ہے قرآن مجید کی متعدد آیات شریفہ واحادیث کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

قرآن مجید میں خالق کائنات نے توبہ کے مضامین کو مختلف انداز میں جابجا بیان فرمایا ہے کہیں تائبین کو مغفرت کا تو کہیں دخول جنت کا مژدہ سنا رہا ہے کہیں اہل ایمان کو توبہ کی طرف دعوت دے رہا ہے تو کہیں سیہ کار بندگان کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تائبین کو پروانہ نجات عطا کرتے ہوئے نیز توبہ کی جانب رغبت دلاتے ہوئے فرمارہے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له

(گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں) [سنن ابن ماجہ کتاب الزھد]

مگر توبہ کے فضائل وکمالات سے ہم اسی وقت ہمکنار ہونگے جب ہم ان تمام امور کا پاس ولحاظ رکھیں جو ایک تائب کے لئے لازم وضروری نیز قبولیت توبہ کے لئے شرط ہیں زبان سے صرف توبہ توبہ کرتے رہنا اور گناہ پر گناہ کیے جانا ہمارے لئے کسی زاویے سے مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ اس میں اندیشۂ ضرر اور زیادہ ہے جیسا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے کہ:

المستغفر باللسان المصر علی الذنوب کالمستھزی بربه.

(گناہوں پر اصرار کے باوجود زبان سے استغفار کرنے والا اس کی طرح ہے جو اپنے رب سے استہزاء کرتا ہے)۔

(تنبیہ الغافلین باب التوبہ)

توبہ کے شرائط:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۔ (اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے)۔[سورہ تحریم۔7]

آیت مذکورہ میں (التوبۃ النصوح) کی تفسیر و وضاحت احادیث مقدسہ کی روشنی میں:

تفسیر النسفی میں یوں مذکور ہے کہ:

"ان التوبة النصوح ان يتوب ثم لا يعود الى الذنب الى ان يعود اللبن فى الضرع"

اسی میں ہے:

"هى الاستغفار با للسان والندم بالجنان والاقلاع بالاركان "۔توبہ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا ،توبہ نصوح وہ زبان سے بخشش و معافی مانگنا، گناہ پر دل سے نادم ہونا، نیت میں آئندہ گناہ نہ کرنے کی ٹھان لینا۔[تفسیر النسفی سورہ تحریم زیر آیت 7]

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب تنبیہ الغافلین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول توبہ نصوح کے متعلق یہ بیان فرمایا:

التوبة النصوح الندم بالقلب، والاستغفار باللسان، والاضمار ان لا يعود اليه أبدا ۔ دل سے گناہ پر نادم ہونا، زبان سے مغفرت چاہنا، اور کبھی بھی گناہوں کی طرف نہ لوٹنے کا عزم مصمم کر لینا۔(تنبیہ الغافلین باب التوبہ)

امام ہمام حجۃ الاسلام حضرتِ امام غزالی علیہ الرحمہ نے توبہ نصوح کی تعریف یوں فرمائی:

تنزيه القلب عن الذنب ۔ یعنی دل کو گناہوں سے پاک کرنا۔ اور انھوں نے اپنے شیخ سے توبہ نصوح کی تعریف یہ نقل فرمائی: انه ترك اختيار ذنب سبق مثله عنه منزلة لا صورة تعظيما لله وحذرا من سخطه.

یعنی آئندہ کے لئے ایسے گناہ کو ترک کر دینے کا قصد کرنا جس درجہ کا پہلے گناہ ہو چکا ہو اور یہ ترک محض خدا کی تعظیم اور اس کی ناراضگی کے ڈر کے باعث ہو۔[منہاج العابدین مترجم]

حاصل کلام یہ کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں جب تک توبہ ان شرائط کی جامع نہ ہو تو یہ توبہ کی شب و روز تسبیح پڑھنا بھی ہمارے لئے کار آمد ثابت نہ ہوگا، شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی شرط (ندامت) یعنی انسان کے دل میں سچی اور حقیقی شرمندگی و پشیمانی ہو اپنے گناہوں کو نہایت قبیح افعال تصور کرے اللہ تعالی کے عذاب کی شدت اور اس کے غضب کی سختی دل میں حاضر کرے اپنی بداعمالیوں کو بے حیائی محسوس کرے اور اس کا اعتراف کرے کہ اب تک جو کیا کرتا رہا وہ غلط تھا واقعی اپنے کئے پر پشیماں ہو۔شعر

ہوتی ہے ندامت ہی لغزشوں کا کفارہ
جب خطا تمھاری ہو آب آب ہو جانا

دوسری شرط (زبان سے استغفار) یعنی دل کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی خوب خوب اللہ تعالیٰ غفور رحیم سے بخشش و مغفرت کا طلبگار ہو اس کی رحمت کاملہ پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے کہ اے میرے خالق و مالک میں اپنے تمام اگلے پچھلے گناہوں، خطاؤں، نافرمانیوں کی معافی چاہتا ہوں اے غفور رحیم میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما کہ:

میں گناہگار تو ہوں مگر تیری رحمتیں بھی ہیں جوش پر
جسے چاہے بخش دے اے خدا نہ کرم کا تیرے شمار ہے

تیسری شرط (عزم مصمم) یعنی پکا ارادہ ہو اس بات پر کہ وہ افعال قبیحہ، شنیعہ جو مجھ سے صادر ہوئے اب انھیں کبھی بھی انجام نہ دوں گا اور اب ایسا کوئی عمل نہ کروں گا جو شرعاً ناجائز و گناہ اور غضب الٰہی کا سبب ہو۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے شیخ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ گناہوں سے توبہ اللہ

تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے دردناک عذاب سے ڈر کر ہو کسی دنیوی غرض یا لوگوں سے ڈر کر یا طلب ثنا کے لئے یا اپنی شہرت یا جسمانی لاغری کی وجہ سے یا محتاجی کی وجہ سے نہ ہو۔ حاصل یہ کہ جب توبہ اپنے ارکان وشرائط کے ساتھ پائی جائے تو توبہ مکمل طور پر ہوگی اور اسے توبہ صادقہ کہا جائے گا۔

پھر گناہوں کے متعلق یہ بات بھی ذہن نشیں کر لینا چاہیے کہ گناہ تین قسم کے ہیں جن کو حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اس کی تلخیص یہ ہے:

اول: یہ کہ خدائے تعالیٰ کے فرض کردہ احکام کو ادا نہ کیا گیا ہو اور ان کی ادائیگی ذمہ میں واجب ہو جیسے نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ تو یہ وہ گناہ ہیں جو محض زبانی توبہ سے معاف نہیں ہونگے بلکہ حتی الامکان ان کی قضا لازم ہے۔

دوم: وہ گناہ کہ جن کی قضا تو نہیں ہو سکتی مگر ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جیسے شراب نوشی کی ہو، سود کھایا ہو ناچ گانے کی محفل سجائی ہو وغیرہ وغیرہ تو اس قسم کے گناہوں کی معافی کی صورت یہ ہے کہ گزشتہ گناہوں پر ندامت وپشیمانی کی جائے اور آئندہ کے کے لئے ترک کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا جائے۔

سوم: وہ گناہ ہیں جو مخلوق کے درمیان کے ہی ہوں جیسے کسی کا مال ہڑپ کر لیا ہو یا کسی کو بے وجہ ستایا ہو یا کسی کی عزت آبرو کے ساتھ کھلواڑ کیا ہو حاصل یہ کہ اگر گناہ کا تعلق مال سے ہے تو صاحب مال کا مال واپس کیا جائے اور اگر غربت وافلاس نے گھیر لیا ہو تو صاحب مال سے اسے جائز وحلال کرالے اگر صاحب مال مر چکا ہو یا وہاں موجود نہیں ہے تو مال کی مقدار کے مطابق کوئی چیز صدقہ وخیرات کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اعمال صالحہ کی کثرت کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب خوب گریہ وزاری کرے تاکہ روزے قیامت خدائے تعالیٰ صاحب مال کو راضی کردے اور اگر کسی پر ظلم وستم کیا ہو کسی کی غیبت کی ہو کسی پر بہتان لگایا ہو کسی کو گالیاں دی ہوں وغیر وغیرہ تو ان گناہوں کی معافی کی صورت یہ ہیکہ مذکورہ بالا امور میں اپنے آپ کو جھوٹا تصور کرے اپنی زیادتیوں خطاؤں کا اعتراف کرے اور اگر یہ خدشہ ہو کہ اگر فلاں کے ساتھ جو میں نے ظلم وتعدی کیا اگر اس کے سامنے اس کا اعتراف کیا تو معاملہ بجائے صحیح ہونے کے اور بگڑ جائے گا فتنہ برپا ہو جائیگا تو اس مقام پر معافی کی صورت یہ ہیکہ خدائے تعالیٰ کے دربار میں گریہ وزاری کرے اور اگر کسی کے اہل وعیال کے ساتھ خیانت کی ہو یا کوئی اور حرکت بد کی ہو تو اگر خوف فتنہ نہ ہو تو اس کے سامنے ظاہر کر کے معاف کرالے ورنہ دربار ایزدی میں روئے گڑ گڑائے اپنے کئے کی معافی چاہے، خلاصہ کلام یہ کہ توبہ استغفار کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو سکے تو صاحب معاملہ کو بھی راضی کر کے اس سے صلح کر لی جائے تو بہت خوب ہے۔ (تلخیص از منہاج العابدین مترجم)

توبہ کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ)۔ [سورہ نور آیت 21]

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

(اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے تمہارا رب تمھاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمھیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں)۔ [سور تحریم آیت 7]

اور اللہ عزوجل کا مقدس فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ

(بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند

کرتا ہے ستھروں کو)۔[سور بقرہ آیت 222]

اور اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ۔ (اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہ سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو)۔[سور شوری آیت 25]

سورہ فرقان کی آیت نمبر 70 میں ہے کہ، جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

اور اللہ غفور رحیم کہتا ہے:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ۔ (اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا)۔

[سورہ طٰہٰ آیت 82]

ارشاد حبیب خدا ہے کہ، التائب حبیب اللہ، والتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔(یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا اللہ کا حبیب ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں)۔[احیاء العلوم کتاب التوبہ]

اور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

من تاب قبل الغرغرة تاب الله عليه.

(یعنی اللہ تعالیٰ حالت مخمصہ سے قبل تک کی توبہ بھی قبول فرمالیتا ہے)۔[تنبیہ الغافلین باب التوبہ]

اور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس ارشاد ہے:

يايها الناس توبوا الى الله فانى أتوب اليه فى اليوم مأة مرة. (اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کرتے رہو کیونکہ دن میں سو بار میں اس کی مقدس بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں)

اور فرماتے ہیں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ: من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب (یعنی جو شخص توبہ و استغفار کی عادت ڈال لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ ہموار فرما دیتا ہے اور ہر غم سے اسے چھٹکارا عطا فرما دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے)۔

[مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبۃ]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے محافظ فرشتے اس کے ماضی کے گناہوں کو بھول جاتے ہیں اس کے اعضائے جسمانی اس کی خطاؤں کو بھول جاتے ہیں زمین کا وہ ٹکڑا جس پر اس نے گناہ کیا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جس کے نیچے اس نے گناہ کیا ہے اس کے گناہوں کو بھول جاتے ہیں جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے گناہوں پر گواہی دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے دریافت کیا میں گناہ کر کے انتہائی شرمندہ ہوں میرے لئے توبہ ہے؟ آپ نے منہ پھیر لیا جب دوبارہ اس شخص کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں کھولے بھی جاتے ہیں اور بند بھی کئے جاتے ہیں سوائے باب توبہ کے، وہ کبھی بند نہیں ہوتا عمل کرتا رہ اور رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔(سبحان اللہ الحمد للہ)

[مکاشفۃ القلوب باب 17 امانت اور توبہ]

اللہ عز وجل ہم سب کو اپنے حبیب کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل توبہ نصوح کی توفیق رفیق بخشے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

□□□

حضور تاج الشریعہ اور دفاع کنز الایمان

از: محمد ندیم قادری مرکزی کانپوری، جامعۃ الرضا بریلی شریف

سلطان الفقہاء، راس الاتقیاء، شیخ الاسلام والمسلمین، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت العلام الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو آپ کی پوری زندگی اسلام وسنیت کے لئے وقف تھی آپ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اسلام کی پہچان مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کا علمبردار تھا آپ پابند شرع، علوم وفنون، تقوی و طہارت وتصلب فی الدین میں یکتائے زمانہ تھے، آپ کی ذات زیور تقویٰ سے آراستہ، ایمان کے نور سے منور اور عمل شرع سے مجلی تھی، نت نئے الجھے مسائل سلجھانے میں تحقیقات وتنقیحات وتدقیقات ومہارت لسانیات میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا آپ نے عوام وخواص کے جم غفیر، مریدین و معتقدین، معلمین و متعلمین، استفتے اور تبلیغی اسفار کے اژدہام کے باوجود ہزارہا نمایاں کارنامے انجام دیئے جنہیں دیکھ کر دل حیرت زدہ رہ جاتا ہے

جب کبھی بھی مخالفین نے اسلام ومسلک اعلیٰ حضرت پر حملہ کرنے اور بے جا ایرادات وارد کرنے کی کوششیں کیں تو آپ نے ہمیشہ ان کو مسکت جواب دیکر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے پر مجبور کر دیا اسی سلسلے کی ایک کڑی آپ کی ایک تصنیف لطیف بنام "دفاع کنز الایمان" بھی ہے جس میں آپ نے اپنے جد امجد، فخر زمین وزمن، امام اہل سنن، ماحی فتن، سرکار اعلیٰ حضرت کے مشہور زمانہ ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" پر اٹھنے والے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا ہے۔

"دفاع کنز الایمان" یہ وقیع اور معلومات افزا مقالہ کس طور پر معرض وجود میں آیا، اس پر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی یوں رقم طراز ہیں: "دفاع کنز الایمان جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب کا معرکۃ الآرا مقالہ ہے جسے انہوں نے ۱۹۷۶ء میں دیوبندی مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کی گمراہ کن کتاب "قرآن پر ظلم" شائع کردہ مدرسہ رئیس العلوم رائے پور ضلع کھیری لکھیم پور کے جواب میں قلمبند فرمایا تھا اور جو المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں "امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں" کے عنوان سے شائع ہوا تھا" (دفاع کنز الایمان)

طوالت کے پیش نظر صرف اس کی دو نظیر بطور اختصار قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

(۱) دیوبندی عالم امام علی قاسمی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں ایک مقام پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے: انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك- الخ (بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔۔۔۔۔اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں)

اس ترجمہ میں لام سببیہ مان کر تمہارے سبب سے کہنا درست ہوسکتا ہے کہ مگر "ما تقدم من ذنبك وما تاخر میں "گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے" الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے اور مفہوم بھی نہیں ہوسکتا" (دفاع کنز الایمان)

حضور تاج الشریعہ اس کا جواب دیتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: "اقول: معترض بہادر امام احمد رضا کی دشمنی سلف کی دشمنی ہے وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سلف کا ارشاد ہوتا ہے علامہ ہبۃ اللہ ابن سلامہ "الناسخ والمنسوخ" میں فرماتے

ہیں:

"مفسرین کرام کا آیۃ کریمہ **لیغفر لك الله- الخ** کے معنی میں اختلاف ہے۔ایک جماعت نے کہا کہ رسالت سے پہلے اوراس کے بعد کے خلاف اولیٰ امور مراد ہیں۔اور دوسروں نے کہا کہ خدا آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے۔اس لئے کہ آپ کے سبب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اورآپ اپنی امت کے شفیع ہیں تو اللہ اس فضیلت سے آپ پر احسان فرمارہاہے اور دوسروں نے کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم اوران کے بعد کے نبیوں کے خلاف اولیٰ امور بخش دے۔اس لئے کہ حضور کے طفیل ان کی توبہ قبول ہوئی۔" (ایضاص۹۶)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ مزید اپنی بات میں پختگی پیدا کرنے کے لئے حضرت ملاعلی قاری قدس سرہ کی کتاب "شرح شفا شریف" کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"یعنی کہا گیا کہ مراد اس سے خطاب حضور ﷺ کی امت کو ہے اس بنیاد پر کہ مضاف محذوف ہے اور کچھ نے کہا کہ مراد اس سے آدم علیہ السلام کی سابقہ لغزشیں ہیں اور آپ کی امت کے گناہ ہیں اس بنیاد پر کہ اضافت ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے لک بمعنی لاجلک ہے (یعنی تمہارے سبب سے ہے) اس قول کی حکایت فقیہ امام ابواللیث سمرقندی جو اکابر حنفیہ میں سے ہیں اور امام عبد الرحمن سلمی صوفی صاحب طبقات الصوفیہ اور تصوف میں تفسیر کے مؤلف ابن عطا سے کی۔امام مکی نے فرمایا کہ یہاں جو خطاب نبی علیہ السلام سے ہے وہ درحقیقت" نبی ﷺ کی امت سے ہے۔اضافت میں ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے یا مضاف کے محذوف ہونے کی وجہ سے" (ایضاص۹۷)

آخری میں حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:"ان مفسرین سے بھی فرمائیے کہ اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے وہ طریقہ غلط ہے جو تم نے اختیار کیا ہے قرآن میں حذف مضاف مان کر الفاظ بڑھایئے اور تحریف کا الزام بھی انہیں دیجئے جو امام احمد رضا کو دے چکے ہیں آگے معترض بہادر نے تفسیر بیضاوی سے آیت کریمہ کی دوسری توجیہ نقل کی ہے جو ہماری مذکورہ توجیہ سے منافی نہیں ہے۔" (ایضاص۹۹)

(۲) دیوبندی عالم علی قاسمی کہتا ہے:"نبی کا ترجمہ خاں صاحب نے "ہر جگہ غیب کی خبر دینے والا ہی کیا ہے" ہوسکتا ہے کہ کسی لغت میں نبی کے معنی غیب کی خبر دینے والا لکھے ہوں"

حضور تاج الشریعہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:"معترض بہادر کسی لغت میں لکھا ہو کیا مطلب لغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے مگر آپ کو لغات دیکھنے کی فرصت کہاں ہے۔ہم سے سنئے:

قاموس میں ہے:"**النبی المخبر عن الله تعالیٰ وترك الهمز المختار**"صراح میں ہے:"نبی پیغامبر الخ" قاموس اور صراح کی عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والے اس کے پیغامبر کو کہتے ہیں۔نیز المعجم الوسیط میں ہے:"**النبی المخبر عن الله عزوجل**" رہی یہ بات کہ نبی اللہ کی طرف سے کیسی خبر دیتا ہے۔

معترض بہادر سوچو تو نبی جو کچھ فرماتا ہے وہ شرک ہو تو نبی کے آنے اور اس کے بتانے کی حاجت ہے؟ بھلا بتاؤ صحیح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جنت و دوزخ تمام امور دین اگر غیب نہیں تو غیب پھر کس چیز کا نام ہے؟ بے شک یہ غیب ہے اور بے شک نبی اللہ کی طرف سے غیب ہی لاتا ہے۔لاجرم المنجد میں اسی لئے کہا:"**(النُّبُوَّةُ والنبوة) الاخبار عن الغیب او المستقبل بالهام من الله۔ الاخبار**

عن الله وما يتعلق به تعالىٰ (النّبئ والنّبي)المخبر عن الغيب او المستقبل بالهام من الله ۔ المخبر عن الله وما يتعلق عن الله تعالىٰ"

اس کا ترجمہ اپنے ہی مستند عبدالحفیظ بلیاوی سے سنئے وہ مصباح اللغات میں رقم طراز ہیں:(النّبوۃ والنّبوۃ) اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانا پیشن گوئی کرنا۔ خدا کی طرف سے پیغامبری

معترض بہادر کاش اپنے بلیاوی صاحب کی مصباح اللغات ہی دیکھ لیتے" (دفاع کنزالایمان ص ۹۹،۱۰۰)

اور نبی کا معنی غیب کی خبر دینے والا کی لغوی تحقیق کے بعد حضور تاج الشریعہ نے وہ معنی جو لغت میں بیان ہوئے شرعا بھی معتبر ہیں تحقیق فرمائی اور ائمہ اور فقہاء کے مستند حوالوں سے مزین و مرصع فرما کر یہ ثابت کیا کہ وہی لغوی معنی شرعا بھی معتبر ہیں

آگے لکھتا ہے:"جب نبی کا ترجمہ غیب کی خبر دینے والا پھر اصل لفظ کی کیا ضرورت باقی رہی۔"

حضور تاج الشریعہ اس کا جواب "مقدمہ فتح الباری" سے یوں دیتے ہیں:

"اقول: نبی کے مقدمہ فتح الباری میں یہ معنی بیان ہوئے۔ اللہ کی طرف سے غیب کی خبر دینے والا۔ اللہ نے جسے اپنے راز کی خبر دی، بلند رتبے والا، اللہ کا راستہ اور ان معانی میں باہم منافاۃ نہیں تو یہ سب نبی سے مراد ہو سکتے ہیں۔ لہذا امام احمد رضا نے آپ کے بقول آپ کی شرعی اصطلاح سے ضد کی بنا پر ایک معنیٰ کی تصریح فرمادی اور باقی معانی مراد لیے۔ امام احمد رضا کے کلام کو سمجھنے کی قابلیت بھی نہیں اور چلتے ہیں اعتراض کرنے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" (ایضاص ۱۰۲)

پھر آگے لکھتا ہے:

"مگر یہاں بھی اپنا مصنوعی عقیدہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر ذرہ ہر ایک کے پیش نظر رہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم ما کان وما یکون ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں ہر نبی کو علم ما کان وما یکون عطا ہوا اور بحمد اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے وہی قرآن و حدیث کا ارشاد ہے۔ وہی ائمہ اعلام کا فرمان واجب الانقیاد ہے: قال اللہ تعالیٰ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے یہاں اور مسلمانوں کے لئے ہدایت ورحمت و بشارت) وقال اللہ تعالیٰ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (قرآن وہ بات نہیں جو بنالی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شئ کا صاف صاف جدا جدا بیان) وقال تعالیٰ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ"

حضور تاج الشریعہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اقول وباللہ التوفیق۔ جب قرآن مجید ہر شئ کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل اور اہل سنت کے مذہب میں شئ ہر موجود کو کہتے ہیں۔ تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطہ میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیطہ اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھئے دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے وقال اللہ تعالیٰ: أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ہر شئ ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی وقال اللہ تعالیٰ: وَلَا حَبَّةٍ فِي

ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ تحت نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے۔ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن ﷺ کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ وللہ الحجۃ السامیۃ اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شیء ہونے نے دیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام قرآن عظیم کا ہے ہر آیت ہر سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہوا لم نقصص علیک یا منافقین کے بارے میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ صحاح وسنن ومسانید ومعاجم کی احادیث صریحہ صحیحہ کثیر شہیر اس عموم واطلاق کی تاکید وتائید فرما رہے ہیں۔" (ایضاص ۱۰۲، ۱۰۳)

آپ نے علم غیب مصطفیٰ کو بہت ساری احادیث اور اقوال سے ثابت فرمایا ہے جس میں سے میں طوالت کے پیش نظر صرف ایک حدیث جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں: "قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما ماترك شيئاً يكون في مقامه ذلك الى قيام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، سب بیان فرما دیا کوئی چیز نہ چھوڑی یاد رہا جسے یاد رہا بھول گیا جو بھول گیا۔" (ایضاص ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے علم کے بحر ناپیدا کنار سے ہم سب کو مستفیض فرمائے اور آپ کے روحانی فیضان سے وافر حصہ عطا فرمائے اور امت مسلمہ کی جان و مال کی حفاظت فرمائے اور ہمارے ملک میں امن و سلامتی عطا فرمائے۔ امین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

□□□

ایک حقیقت!

"انسان ایک ایسا غافل منصوبہ ساز ہے جو اپنے سارے منصوبوں میں کبھی اپنی موت کو شامل ہی نہیں کرتا"

جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور - ایک مطالعہ

از: محمد شہزاد عالم، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مذہب اسلام میں مسجدوں، عیدگاہوں اور مزارات اولیا کو بڑی عظمت ورفعت حاصل ہے یہی وہ مقامات متبرکہ اور روحانی پناہ گاہیں ہیں جہاں فرسودہ حال لوگوں کی فرسودگی اور غمزدوں کا غم دور ہوتا ہے بیماروں کے لئے مرہم شفا اترتا ہے اور قسمت برگشتہ کو خوش قسمتی میں تبدیل کیا جاتا ہے نیز مصیبت زدہ آزار مصیبت سے سبکدوشی حاصل کرتا ہے کیونکہ یہ تجلیات الٰہی وعنایات نبوی اور فیض رسانی کے مراکز ہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور دور ابوبکر صدیق میں بلاتفریق مرد و زن سب کو ان نور افشاں جگہوں پر جا کر خیرات و برکات بٹورنے کی مکمل اجازت ہی نہیں بلکہ تاکید تھی یہ سلسلہ اجازت خلافت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے آغاز دور تک جاری رہا پھر آپ نے مرد و زن کے اختلاط سے رونما ہونے والے پُر آشوب حالات اور ناگفتہ بہ صورتحال کے پیش نظر عورتوں کی آمد مسجد پر پابندی عائد کردی اور آج کے زمانہ کی نزاکت اور انحطاط پذیری کو بھی صدیوں پہلے بھانپ کر یہ فیصلہ صادر فرمادیا جس کی تصویب پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی عہد زریں میں "ما أحدث النساء لمنعهن" فرما کر مہر ثبت کردی۔

ارباب علم وفضل بخوبی واقف ہیں کہ قرآن وحدیث (جو مکمل ضابطہ حیات ہیں) میں ناسخ ومنسوخ مجمل ومفسر مطلق ومقید عام وخاص سب طرح کے احکام موجود ہیں جن کے مابین تفریق کرنا علوم دینیہ میں کامل دسترس رکھنے والے عالم ربانی ہی کا خاص حصہ اور اس کی مذہبی ذمہ داری ہے اور بقیہ افراد پر اس کی اتباع کرنا لازم ہے کیونکہ عدم تفریق کی صورت میں دعوی اور دلیل میں موافقت اور حالات زمانہ کی رعایت نہ ہوسکے گی۔

زیر مطالعہ رسالہ بنام "جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور" اسی اجمال کی تفصیل، اسی پیچیدگی کا حل اور بظاہر متضاد دلائل کی تطبیق ہے جس کو امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے ۱۳۹۹ھ میں تحریر فرمایا۔ اس تصنیف لطیف کو رسائل رضویہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی جلد 15 کے صفحہ ۳۶۷ سے ۳۹۹ تک دیکھا جا سکتا ہے اس رسالے کی سرگزشت کچھ یوں ہے کہ مولوی حکیم عبدالرحیم جمال پور احمد آباد شریف گجرات نے مبحوث عنہ مسئلے کے متعلق امام اہلسنت کے پاس دو رجسٹریاں ارسال کیں، پہلی رجسٹری میں البحر الرائق اور تصحیح المسائل کو اساس بنا کر عورتوں کے حق میں زیارت قبور کو جائز مانا، اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے مرض چشم میں ابتلاء کے باعث اس کا ایک مختصر جواب تحریر فرمایا جس میں آپ نے البحر الرائق کی عبارت کو صحیح مانتے ہوئے نظر بحالاتِ نساء عدمِ جواز کا حکم صادر فرمایا اور دلیل میں علامہ ابراہیم حلبی کی غنیّۃ کو پیش کیا مزید برآں بے تمیزی رقص ومزامیر اور سرود (جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھے ہیں) کی وجہ سے عورتیں تو درکنار عوامِ رجال کی شرکت کو بھی ناپسند فرمایا۔

لیکن شاید یہ مختصر جواب مولوی صاحب قبلہ کی تسکین خاطر کا سامان نہ بن سکا جس کی پاداش میں انہوں نے امام اہل سنت کی طرف دوسری رجسٹری روانہ کی اور اس میں اپنے موقف پر دلائل کا تفصیلی بیان لے کر آئے، اور ثابت کرنا چاہا کہ میرا اختیار کردہ موقف بے دلیل نہیں بلکہ اس کو شواہد کی

بھرپور تائید وتقویت حاصل ہے جبکہ مولوی صاحب قبلہ نے دلائل میں ان احادیث واقوال کو ذکر کیا ہے جو حکم کے اعتبار سے منسوخ ہو چکے ہیں جیسا کہ شرعی علوم کا واقف کار ان کے مطالعے سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ ذیل میں ان کے بنیادی دلیلوں کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے اور ان (دلائل) سے متعلق تفصیل جو کتاب میں مذکور ہے اس سے پہلوتہی کی جاتی ہے تاکہ تطویل ممل خواطر ثابت نہ ہو۔

اولاً: زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدطینت، خبیث النفس منافقین سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہو کر خیر القرون کی پاکباز، عفت مآب اور نیک شرست خواتین کو جھانکتے تھے۔ ایسی نالائق حرکت اور دین مخالف اقدام اور بے حیائی کی عکاسی کرنے والے عمل کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں عورتوں کی آمد پر پابندی نہیں لگائی تاکہ وہ فیض رسانی سے محروم نہ ہوں بلکہ "**خیر صفوف النساء آخرھا و شرھا اولھا**" فرما کر ان (منافقین) کی بدکرداری کا سد باب فرما دیا۔

ثانیاً: بندہ اس بات کا معترف ہے کہ دورِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں مسجد کی حاضری سے عورتوں کو روک دیا گیا تھا لیکن بایں تمام آج بھی پردہ نشیں خواتین پردہ کی آڑ میں بیٹھ کر شیخ طریقت مرتعش وفانی سے حقیقت محمدی وحقیقت قرآن کا فیض حاصل کرتی ہیں وہ ان کو ضرب "لا الٰہ الا اللہ" قلب پر لگانے کا طور طریقہ سکھاتا ہے اور اس وقت تنہا ایک عورت نہیں ہوتی کہ خلوت اجنبیہ کا حکم صادر کر سکیں بلکہ متعدد ہوتی ہیں لہٰذا ایسی شستہ اور صاف ستھری حالت پر حکم حرمت لگانا فیض محمدی سے مقابلہ آرائی کرنا اور "**انا عرضنا الأمانۃ**" میں مذکور امانت کو جڑ سے اُکھاڑنا ہے جو کسی صورت راست اقدام نہیں۔

ثالثاً: احمد آباد شریف سے تین کوس دور درگاہِ حضرت گنج احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دھنے اور چوب فروش سماج سے تعلق رکھنے والی عورتیں لہنگا ساڑی پہن کر جاتی ہیں اور رنڈیوں کی مانند گیت گاتی ہیں، تالیاں بجاتی اور اِدھر اُدھر گھومتی پھرتی ہیں جبکہ اس کے برخلاف اجمیر معلیٰ میں مزارِ اقدس کے قریب مغربی دیوار کے پیچھے عورتیں ذکر واوراد میں مشغول رہتی ہیں اور توجہ خاص لیتی ہیں۔ اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گربے گانے والی قوالی سننے والی عورتوں کے لئے زیارت قبور پر جانا حرام ہے اور فیض الٰہی لینے والی عورتوں کے لئے باپردہ موافق شریعت جانا جائز ہے۔ فقیر اس مسئلہ کو اسی طور پر مشرح کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مولانا موصوف کے پیش کردہ دلائل اور تراشیدہ فقروں کا بنظر دقیق جائزہ لیا ہے اور ان کے جملہ زاویوں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور اپنے موقف پر ۱۵ طریقے سے استدلال فرمایا۔ مولانا موصوف کی پہلی اور دوسری دلیل کا جواب اور واضح موقف جو امام اہل سنت نے پیش کیا اس کا اختصار ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

آپ نے فرمایا کہ عباراتِ رخصت میری نظر میں ہیں مگر حکم ممانعت جو میں نے بیان کیا ہے یہ اکابر متقدمین کا بھی موقف ہے گرچہ زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کنواری، حائضہ وغیرہ سب کو جماعت اور دعائے مسلمین میں حاضر ہونے اور برکتیں لینے کی مکمل اجازت تھی اور "**لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ**" (اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو) فرما کر حکم میں تاکید کر دی گئی مگر دورِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں حالات کی خرابی اور امکانِ فسادات اور معاشرہ کے گناہوں میں مبتلا ہونے کے خوف سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے روک دیا گیا جیسا کہ آپ خود اس کھلی حقیقت کے معترف ومقر ہیں۔ درمختار میں ہے:

"یکرہ حضورھن الجماعۃ والجمعۃ والعید والوعظ مطلقاً ولو عجوزا لیلاً علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان" جماعت میں عورتوں کی حاضری اگرچہ جمعہ عید اور وعظ کے لئے ہو، مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے، یہی وہ مذہب ہے جس پر فسادِ زمانہ کے باعث فتویٰ ہے۔

(جمل النور،ص377،رسائل رضویہ)

قارئین غور کریں کہ جوان عورت تو درکنار بوڑھی کے محافل وعظ میں جانے کو اگرچہ رات کی سیاہی میں ہی جائے مکروہ قرار دیا گیا اور وہ بھی ان مجالس وعظ میں جن کا مقصود صرف اخذ فیض، سماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور عقائد و اعمال کی تصحیح ہے اور یہ فیض مشیخت کی توجہ کے بغیر بھی نہایت مفید اور کارگر ہے بلکہ اس کے فقدان کی صورت میں توجہ مشیخت بے سود ہوجاتی ہے، ضرر سے قریب اور نفع سے بعید ہوجاتا ہے۔

تیسری دلیل کے جواب میں فرمایا کہ نفس مسئلہ فی ذاتہٖ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض ہے۔ غالب تو اس صورت میں فتویٰ منع مطلق پر ہوگا لہٰذا عورتوں کی حاضری جائز نہ ہوگی۔

یہ جو کچھ مذکور ہوا وہ "ھٰذا غیض من فیض" کا عکاس ہے اور فقیر راقم السطور نے امام اہل سنت کے بحر علم اور تحقیق انیق کا صرف ایک قطرہ اُٹھا کر آپ کے روبرو کیا ہے اور اختصار کے پیش نظر اکثر کو چھوڑ دیا ہے جس میں احادیث واضحہ، عبارات فقہیہ اور افادات نادرہ شامل ہیں یہاں چند جھلکیاں پیش کی گئیں ہیں جس سے مقصود قارئین کے قلوب میں رسالۂ معہود کے مطالعہ کا ذوق پیدا کرنا اور براہ راست استفادہ پر اُبھارنا ہے۔

الحاصل جب ان خیر کے زمانوں میں عورتوں کو منع کیا گیا جبکہ حدیثوں میں مساجد کی حاضری پر عورتوں کی بابت بڑی تاکیدیں آئی ہیں مگر ان شرارت وفساد بدنظری و بے راہ روی اور خواہشات نفس کی پیروی کے زمانہ میں اجازت دینا کس قدر شریعت مطہرہ سے مناقضہ و معارضہ کرنا ہے اور دین سے دور، بُرائیوں کے دلدل میں پھنسی نادان و ناسمجھ عورتوں کو مزید خلفشار مچانے میں تعاون کرنے کے مترادف ہے، جو معاشرہ کے لئے کسی طرح مناسب نہیں۔ بلاشبہ امام اہل سنت کا یہ فتویٰ حالات زمانہ کی رعایت اور اصولِ فقہ کی معنویت اور امت مسلمہ کی بھرپور خیرخواہی پر مشتمل ہے جس کا مطالعہ صورت مسئولہ کی جملہ پیچیدگیوں کو دور کرتا ہے اور مسئلہ منقی و مصفی ہوکر سامنے آتا ہے۔ رب قدیر امام اہل سنت کی فقہی بصارت و بصیرت اور علمی گہرائی و گیرائی سے علمائے اہل سنت کو بہرہ ور فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

□□□

یاد رکھئے!

"توبہ کے لئے گناہ کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ خود ایک مستقل عبادت ہے۔ توبہ روح کا غسل، جتنی بار کریں گے، روح میں نکھار آئے گا"